لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام نے رحم دلی، ہمدردی اور انسانیت نوازی کی جو قدریں لازم کیں اور پھیلائیں ان کا یہ اثر پڑا کہ جہاں جہاں مسلمان ان قدروں کے ساتھ گئے، وہاں کی دنیا بدل گئی، اور وہ ظلم وزیادتی جو آپس میں طبقاتی فرق کی وجہ سے یا عورت ومرد کے فرق کے لحاظ سے یا حاکم ورعایا کے فرق کے لحاظ سے یا آپس میں جنگی ٹکراؤ کے موقع پر یا محض لطف وعیش پسندی کے مقصد سے جو ظلم کیا جاتا تھا، وہ موقوف ہوگیا، اور اسلام کو قبول نہ کرنے والوں پر بھی ان باتوں کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ اثر پڑا اور ان کی باتوں کی نقل کسی حد تک غیر مسلم معاشروں میں بھی کی جانے لگی اور انسان کے علاوہ اور دوسری مخلوقات کے ساتھ ظلم کے جو طریقے اختیار کیے جاتے تھے، محض تفریح طبع اور کھیل کے طور پر، انسان اور جانور کو کنویں جیسی جگہ پر بند کرکے لڑایا جاتا تھا، اور اس سے تماشہ بیں لطف لیتے تھے، جانوروں کے ساتھ کسی بھی طرح کی رحم دلی کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی، ان سب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور آپ کی تعلیمات واخلاق سے غیر معمولی تبدیلی آگئی، اس طرح آپ کی آمد، مسلمانوں کے لیے ہی رحمت نہیں بنی، بلکہ انسانوں کے ساتھ ساتھ مخلوقات کے لیے بھی رحمت بنی۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

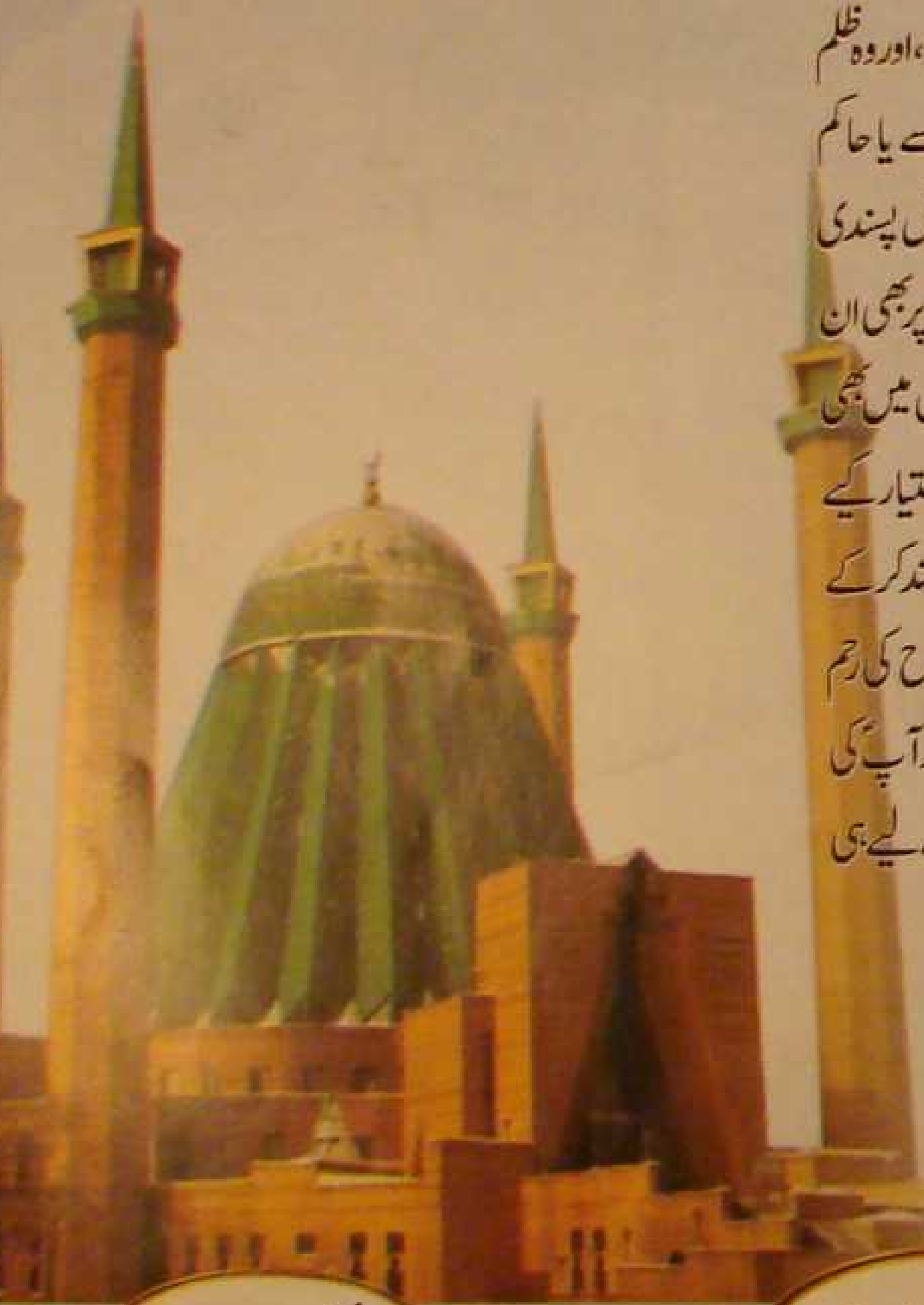

فی شمارہ =/12₹
۱۰/جنوری ۲۰۱۵ء
سالانہ زرتعاون -/250

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in
www.nadwatululama.org

Vol. No. 52 Issue No.04

25 December 2014

Booking Open

SAITECH GRACE
An Ideal House You Truly Deserve

2 BHK / 3 BHK & 4BHK
Premium Flats Available
at Affordable Prices

FACILITIES /AMENITIES

24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement) car parking space, Visitor's Parking.

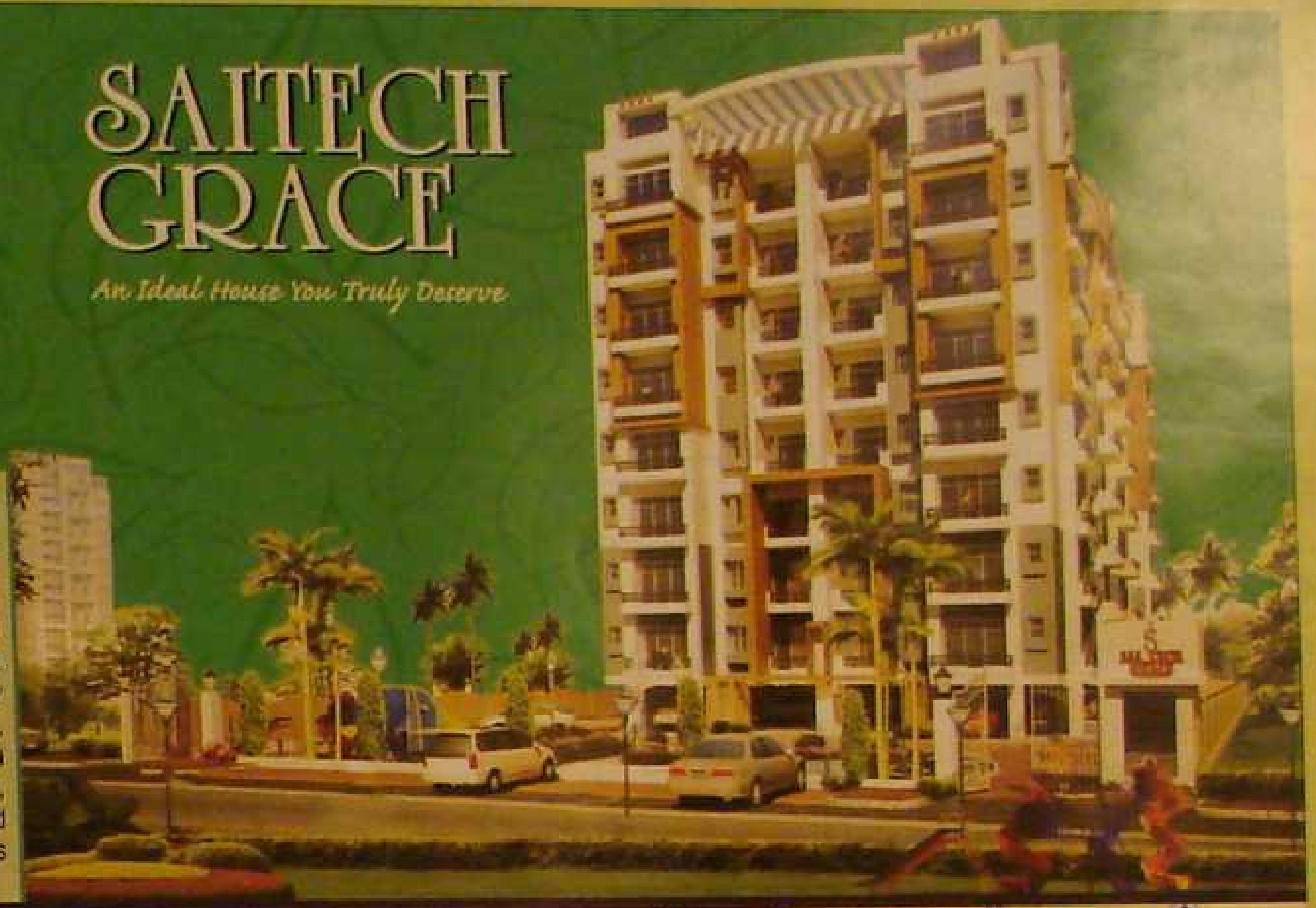

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh,
Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.:7071327555, 9450200000,
9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com
Site Office 485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب،
روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات
کی ایک قابل اعتماد دوکان
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
تیار کردہ

اظہارسن پرفیومرس
اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۵۲ — ۱۰؍جنوری ۲۰۱۵ء مطابق ۱۸؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ — شمارہ نمبر ۵

اس شمارے میں

شعر وادب
ہے جان کشی منظور مگر ایمان کشی منظور نہیں — مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ — ۲

اداریہ
محبت رسول ﷺ کا تقاضا — شمس الحق ندوی — ۳

حالات حاضرہ
عالم اسلام پر مغرب کا تسلط — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۵

یادرفتگاں
سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ — مولانا عبد الماجد دریابادیؒ — ۹

علم وحکمت
معلم انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ — مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی — ۱۱

تذکیر واصلاح
معلم کے آداب واخلاق — تحریر: امام نووی علیہ الرحمہ — ۱۶

عالم اسلام
سوڈان: قومی کانگریس کا اجتماع عام — عبد الغفار عزیز — ۲۰

مرد مجاهد
ترکی: عالمی وعلاقائی منظرنامہ — ارشاد الرحمٰن — ۲۳

عفوورحمت
سیرت طیبہ کے چند نمونے — محمد امین حسنی ندوی — ۲۵

روداد چمن
فقہی اختلاف کو مخالفت کا سبب — جاوید اختر ندوی — ۲۷

تعارف وتبصرہ
رسید کتب — محمود حسن حسنی ندوی — ۳۱

فقہ و فتاویٰ
سوال وجواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۳۲

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری
- نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007, Ph.:0522-2740406
www.nadwatululama.org, E-mail: nadwa@sancharnet.in

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250	فی شمارہ -/12	ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لیے 50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ چیک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں، بصورت دیگر -/30 روپے زائد ...

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھیے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

سیرت محمدیؐ کی جامعیت کبریٰ

ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اگر تم دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی پیروی کرو، اگر تم غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر تم بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر تم رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر تم فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نظر کرو، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاذ اور معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر تم شاگرد ہو تو روح امین کے سامنے بیٹھنے والے کو دیکھو، اگر تم واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تم تنہائی اور بیکسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبیؐ کا اسوہ تمہارے لیے رہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور اپنے مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر تم اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم ونسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم ونسق کو دیکھو، اگر تم یتیم ہو تو عبد اللہ اور آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے کو دیکھو، اگر جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر تم سفری کاروبار میں ہو تو بصریٰ کے کارواں سالار کی مثالیں ڈھونڈھو، اگر تم عدالت کے قاضی ہو اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک کونہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر تم اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی اور کسی حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لیے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لیے سامان، تمہارے ظلمت خانے کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے، اس لیے طبقۂ انسانی کے ہر طالب علم اور نور ایمانی کے ہر متلاشی کے لیے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اس کے سامنے نوحؑ و ابراہیمؑ، ایوب و یونس، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی سیرتیں موجود ہیں، گویا تمام دوسرے انبیائے کرامؑ کی سیرتیں صرف ایک ہی جنس کی اشیاء کی دکانیں ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اخلاق اور اعمال کی دنیا کا سب سے بڑا مارکیٹ ہے جہاں ہر جنس کی خریداری اور ہر شے کے طلب گار کے لیے بہترین سامان موجود ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ

شعر و ادب

ہے جان کشی منظور مگر ایمان کشی منظور نہیں

مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ

بے درد دلوں کی دنیا میں رہنا ہی مجھے منظور نہیں
وہ جن کے یہاں مظلوموں کی فریاد کا کچھ دستور نہیں

ارباب وطن کو تاج ملا تو اہل وطن کو بھول گئے
ہے ظلم و جفا کے بندوں کا دل درد سے کچھ معمور نہیں

ہے عرض ہماری اتنی کچھ ارباب وطن کی خدمت میں
ہم لوگ تمہارے تاج و نگیں سے شاد نہیں مسرور نہیں

ہے تم کو خیال اتنا شاید دنیا میں ہمارا کوئی نہیں
ہم ایک خدا کے بندے ہیں جو دور نہیں مجبور نہیں

جو تم نے قیامت برپا کی جو ظلم و ستم تم نے ڈھائے
قدرت کی جبیں پر بل آئے انجام تمہارا دور نہیں

چھیڑو نہ ہمیں مظلوم ہیں ہم باقی ہے ابھی آہوں میں اثر
سمجھے ہو ہمیں مجبور بہت ہم اتنے مگر مجبور نہیں

ارباب ستم اتنا تو سنو بے چین دلوں کی آہیں نہ لو
وہ تاج تمہارا پھونک نہ دیں سنتے ہیں کہ وہ دن دور نہیں

گو لاکھ گرے بجلی ہم پر گو ظلم و ستم حد سے گذرے
ہے جان کشی منظور مگر ایمان کشی منظور نہیں

ہر ظلمت شب کے پردہ میں ایک نور سحر پوشیدہ ہے
کل نور سحر پیدا ہوگا گر آج سحر کا نور نہیں

☆☆☆☆☆☆

اداریہ

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا

شمس الحق ندوی

ہم مسلمان ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے یوم میلاد النبیؐ کے جلسوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ، زہد وتقویٰ، ایثار وقربانی، جود وسخا، یتیموں، بیواؤں اور عام فقراء ومساکین کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تعلیمات، آپؐ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی عملی مثالوں کے حیرت انگیز واقعات سنتے ہیں، اور ان پر فخر بھی کرتے ہیں کہ یہ ہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کی عملی مثالیں۔

نعتیہ مشاعروں میں کس محبت وفدائیت کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ ؎

اگر یہ زندگی سو بار جا جا کر پلٹ آئے
تو میں صدقہ کروں تم پر کبھی دل کو کبھی جاں کو

لیکن جب ہم اپنی عملی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو افسوس ناک صورت حال نظر آتی ہے، ذرا ہم سنجیدگی سے غور کریں اور دیکھیں کہ نماز جیسا اہم رکن جس کے چھوڑنے پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں، ہم میں کتنے فیصد نمازی پائے جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چھوڑنا تو بڑی بات ہے، جماعت چھوڑنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ: ”میرا جی چاہتا ہے کہ کسی کو امام بنادوں، اور جماعت ترک کرنے والوں کے گھروں پر جا کر ان کے گھروں میں آگ لگادوں“۔

قرآن مجید تو صاف صاف اعلان کرتا ہے کہ نماز تو بے حیائی کی باتوں اور تمام قسم کے ناپسندیدہ کاموں سے روکتی ہے: ”اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ“ نماز با جماعت کے فضائل تو بہت ہیں، اس کا جو ظاہری منظر ہوتا ہے اور اس سے جس مساوات کا مظاہرہ ہوتا ہے ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

وہ دلوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے، بہت سے لوگ تو نماز کے اس منظر کو دیکھ کر ہی ایمان لائے، مالک وخالق کائنات کو اپنا رب اور معبود ماننے کا اور اس کے سامنے سر جھکانے کا وہ منظر ہوتا ہے جو رات دن میں پانچ مرتبہ پیش کیا جاتا ہے، ہم مسلمان، اپنے بے نمازیوں کو نمازی بنانے کی فکر وکوششیں کریں تو ہماری بستیوں میں وہ خیر وبرکت اور انوار نظر آئیں جو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام شریعت پر عمل کرنے کو آسان بنادیں، ہمارے اندر اپنے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی وہ فضا قائم ہو جو جھوٹ، فریب اور بد معاملگی کے ماحول کو ختم کرے، جب پڑوسی کے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور ایسا ماحول بنے تو صلہ رحمی اور اقربا نوازی، والدین کے حقوق، بھائی بہنوں کے حقوق کا ایسا دور دورہ ہو کہ ایک دوسرے سے محبت وحسن اخلاق کا وہ منظر سامنے آنے لگے جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بعثت لأتمم مكارم الأخلاق“ کہ مجھے اس لیے مبعوث فرمایا گیا ہے کہ اچھے اخلاق کے تمام پہلوؤں کو مکمل کروں، خود مالک حقیقی نے فرمایا: ”اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ“ [سورہ قلم:۴] (اور اخلاق تمہارے بہت عالی ہیں)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل ہوئی اور جن تعلیمات ربانی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عملی مثال تھے حتی کہ جب ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”كان خلقه القرآن“۔ (آپؐ کے اخلاق قرآن کریم کی عملی مثال تھے)۔

اب ہم سوچیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم امتیوں کی کن باتوں سے خوش ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنے سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک طریقہ اور چلن کو اپنانے سے، مالک حقیقی کی مرضیات پر اپنے آپ کو ڈال دینے سے؟ یا رسوم ورواج، ریاکاری ونمائش سے، دوسروں کی حق تلفی اور دل دکھانے سے؟ اس وقت ہم مسلمانوں کا عام حال کیا ہو رہا ہے، کیا ہم میں سے اکثریت کی زندگی اس طرح نہیں گذر رہی ہے کہ اسلام بدنام ہو اور یہ صورت حال دوسروں کے لیے اسلام کو پسند کرنے اور قبول کرنے میں رکاوٹ بن رہی ہے؟! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور عملی زندگی اس امت کا سرمایۂ حیات

ہے، کیا ہم اس سے الگ رہ کر اپنے امتی ہونے کا حق ادا کر سکتے ہیں؟ اس امت مسلمہ کا عمومی حال یہ ہو رہا ہے کہ حیات چند روزہ ہی کی فکر میں مسلمان لگا رہتا ہے، اور ایک روٹی کے لیے سو انسانوں کی خوشامد کرتا ہے، یہ امت تو امت دعوت ہے، انسانوں کی صلاح وفلاح کی داعی ہے، اب اگر وہ بھی انھیں میں شامل ہو جائے اور اپنے مقام بلند سے نیچے اتر آئے تو پھر اس کا امتیاز اور اس کی خصوصیت کیوں کر باقی رہ سکتی ہے، اقبالؔ مرحوم نے اسی پس منظر میں کہا تھا ؎

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی
تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو رو سیاہی

اس وقت امت مسلمہ ذلت ورسوائی کے جن حالات سے گذر رہی ہے، کیا اس کا سبب اس کے سوا کچھ اور ہے کہ وہ اپنے مقام سے نیچے گر گئی ہے؟ اور اس کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہ ان جاوداں تعلیمات سے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عشق حقیقی سے محروم ہو گئی، جس میں اس کی زندگی کا راز پوشیدہ ہے، اقبالؔ مرحوم نے ہی بالکل صحیح کہا ہے ؎

شبے پیش خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا زار اند و خوار اند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے نہ دار اند

یعنی ایک رات بارگاہ خداوندی میں نے رو رو کر عرض کیا کہ میرے مولیٰ! مسلمان اس قدر کیوں ذلیل ورسوا ہیں؟ جواب ملا تمھیں معلوم نہیں کہ یہ دل تو رکھتے ہیں مگر اپنا کوئی محبوب نہیں رکھتے۔ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں عشق ومحبت اور خدا پرستی کی جو آگ لگائی تھی وہ بجھ گئی ہے، وہ جو کبھی حق پرستی کا داعی اور دعوت توحید ورسالت کا شعلۂ جوالہ تھا، اب راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گیا ہے، اقبالؔ ہی کے الفاظ ہیں ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اب اگر یہ امت بھی نفسی نفسی کی راہ پر لگ جائے اور اس کا نفس شیطان کی پیروی میں اتنا آگے بڑھ جائے کہ خدا بیزار اور خدا فروش قوموں کی راہ اپنا لے، حقیقت کو حقیقت نہ سمجھے اس سے منہ موڑ لے، اور یہ سمجھے کہ سوائے کھانے پینے کے اور کوئی کام نہیں، تو پھر اس کو عزت وسرخروئی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ کہنے والے نے بہت پہلے کہہ دیا کہ: "لن یصلح آخر ھذہ الأمة إلا بما صلح به أوله" یعنی اس امت کا آخری حصہ (جو بگڑ چکا ہے) اسی چیز کو اپنا کر ٹھیک اور درست ہوگا جس کو اپنا کر اس کا اول کا حصہ درست ہوا تھا۔ اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی اس پر حب دنیا کا ایسا غلبہ ہے، اور اس پر اس کی زیب وزینت کا ایسا جادو چل گیا ہے کہ اس کی طبیعت ادھر چلتی ہی نہیں، وہ بزبان حال یہ کہہ کر اپنے ہی حال میں مگن ہے ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

تو اس ذلت سے اس کو کون نکال سکتا ہے؟ کیا صرف تمناؤں اور آرزوؤں اور خیالی دنیا میں ہی رہ کر ہم اس پستی سے نکل سکتے ہیں؟ ضرورت ہے عمل کی، ضرورت ہے اپنے آقا کی چوکھٹ پر پیشانی ٹیک دینے اور اس کے چشم وابرو کے اشارے پر چلنے کی کہ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

☆☆☆☆☆

حالات حاضرہ

عالم اسلام پر مغرب کا تسلط- اسباب ونتائج

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد للہ رب العالمین، والصلاة والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد بن عبد اللہ الأمین، وعلی آله وصحبه أجمعین، ومن تبعھم بإحسان ودعا بدعوتھم إلی یوم الدین، وبعد.

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد بن عبد اللہ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر مقرر فرمانے کے ساتھ یہ بھی طے فرما دیا کہ انسانی دستور حیات اب مقامی اور محدود زمانی دائرہ تک محدود نہ رہتے ہوئے عالمی سطح کا اور دائمی وابدی دستور حیات ہوگا، وہ اس طریقہ کی رو سے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بدلتے رہنے والے حالات سے مطابقت بھی رکھے گا، اس کی بنیاد پر اس میں دو اہم خصوصیتیں پائی جاتی ہیں: ایک توسط واعتدال کی خصوصیت جس کی بنا پر وہ سب کے لیے قابل عمل ہے، اور دوسری خصوصیت اس میں سہولت کا پہلو ہے تاکہ اس پر عمل کرنے میں دشواری نہ ہو، اور یہ دونوں خصوصیتیں اس دستور حیات میں ایک طرف جامعیت پیدا کرنے والی اور دوسری طرف اس کے دوام کا ذریعہ بنیں، اور اس جامعیت کی خاص بات یہ ہے کہ یہ دستور انسان کی دینی اور دنیاوی دونوں ضرورتوں کا حامل ہے، مثلاً یہی دیکھیے کہ قرآن مجید میں جو اس دستور حیات کا مصدر اول ہے، بنیادی ہدایات میں جگہ جگہ نماز اور غریبوں کی مدد کی تلقین ملتی ہے، نماز قائم کرو اور غریبوں کی مدد کرو، نماز یعنی اپنے رب کے لیے اپنی عبدیت کا اظہار اور زکوۃ یعنی غریب الحال کی مدد اور اس کی دنیاوی پریشانی کو دور کرنے کا اہتمام، ایک طرف اپنے رب کی رضا کے حصول کے لیے عباداتی عمل اور دوسری طرف انسانی ضرورت کے تقاضوں کا لحاظ اور اجازت، اس طرح اس میں اسلامی طریقۂ حیات کے مختلف پہلوؤں میں جو عباداتی ہوں یا معاشرتی ہوں، پروردگار عالم کی بندگی کے ساتھ دنیاوی زندگی کی ضرورتوں اور ضروری تقاضوں کے حل اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، جس کی بنا پر شریعت اسلامی جس میں انسانی زندگی کے تقاضوں اور ضرورتوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، نہایت اعلیٰ اور انسانی ضرورت کے لائق قانون حیات کی حیثیت کی مالک بن گئی ہے۔

لیکن انسان جب اعلیٰ سطح کی مخلوق ہونے کی اقدار کو اہمیت دیتا ہے تو اس دستور کے ذریعہ اعلیٰ مخلوق کے مقام بلند تک پہنچ جاتا ہے، اور جب انسانی خصوصیات نہ رکھنے والی مخلوقات کے اندر پائی جانے والی عدم ذمہ داری اور نفسانیت تک محدود طرز زندگی کو اپنی سیرت کے لیے نمونہ سمجھ لیتا ہے تو زندگی کی پست ترین سطح پر اتر آتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو انبیاء آئے وہ عموماً علاقائی دائرہ کے اندر آئے اور بنی اسرائیل کے انبیاء عموماً بنی اسرائیل کے نسلی دائرہ کے اندر مبعوث ہوئے، غالباً وجہ یہ ہوئی کہ اس وقت دنیا کے مختلف علاقوں کے درمیان رابطہ کے وسائل نہ تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے دنیا میں علاقائی محدودیت ختم ہو کر عالمی سطح کا ربط عمل میں آنے لگا، اسلام کی فتوحات جزیرۃ العرب سے نکل کر ایک طرف مشرقی علاقوں تک پہنچیں، تو دوسری طرف مغرب کے کناروں تک پہنچیں، اور اس طرح مختلف علاقوں، مختلف نسلوں اور مختلف تہذیبوں کو اس نے اپنے دائرہ میں لے لیا، اسی کے ساتھ پیام الٰہی قرآن کریم کی حفاظت کا فیصلہ ہونے سے اسلامی دعوت میں امتداد زمانہ کے اثر سے بگاڑ کے حاوی ہونے کا خطرہ ویسا نہیں رہا جیسا پہلے تھا، ایک علاقہ یا ایک نسل میں امتداد زمانہ کے سبب اگر بگاڑ حاوی ہوا تو اس کی جگہ دوسری نسل اس کا بدل بنی اور اس نے اسلام کی اصلیت کو باقی رکھا، اس طرح اسلام ایک طرف عالمی پیمانہ کا اور دوسری طرف دائمی حیثیت کا مذہب ہونے میں کامیاب رہا، البتہ اس سے عناد اختیار کرنے والے بدلتے رہے: اول دور میں شرک کے علمبردار حلقے، پھر نبوی ہدایات سے منحرف یہودی حلقے، پھر عقیدۂ تثلیث کے شدت پسند حلقے اس کے دشمن بنے، اور پھر یہ یہودی اور عیسائی دونوں کے متعصب حلقے آپسی تعاون کے ساتھ اور سازشی انداز سے اسلام کے مشترک دشمن بنے، ان کی سازشیں صہیونیت، ماسونیت، سامراج، استشراق اور تخریبی تنظیموں کے تحت کام کرتی رہیں، ان سے بچاؤ اور اپنے دین کے دفاع کے لیے دشمنوں کے سازشی طریقوں کو جاننے کی ضرورت رہی اور یہ ضرورت برابر باقی ہے، اس کے لیے اہل دانش کو تصنیف وتحریر اور اس کے وسائل کے ذریعہ خدمت انجام دینے کی ضرورت برابر رہی ہے، اس کام میں اسلام کے اپنی اصلی حالت میں محفوظ رہنے

کی جوضمانت رب العالمین کی طرف سے ملی ہے اس سے بڑی مدد حاصل رہی، چنانچہ جو بھی کھلے ذہن، صاف دل اور تعصب سے بلند ہو کر اسلام کا مطالعہ کرتا ہے اور اس کی اصلی حالت سے واقف ہوتا ہے تو وہ اس کا ہم نوا ہو جاتا ہے جس کی مثالیں برابر سامنے آرہی ہیں۔

انسانی تاریخ میں انسانوں کی زندگی میں دو طرح کی خصوصیات برابر پائی جاتی رہی ہیں اور ان کے درمیان کشمکش بھی جاری رہی ہے، اسی کے لحاظ سے یہ بات بھی سامنے آتی رہی ہے کہ اعلیٰ انسانی اقدار کے پسند کرنے والے پابند شریعت لوگ بھی ہوتے رہے ہیں، اور انسان کی خدمت کے لیے پیدا کی گئیں مخلوقات کی غیر ذمہ دارانہ اور صرف نفس پسند زندگی کی نقل کرنے والے جاہلیت کی تہذیب کے علم بردار بھی رہے ہیں، اور دونوں طبقوں کے درمیان کشمکش برپا ہوتی رہی ہے، قرآن مجید میں اس طرح کے دونوں طبقوں کی طرف واضح اشارہ سورہ والتین میں دیکھا جاسکتا ہے، موجودہ عہد میں ان دونوں طبقات کے درمیان کشمکش اس صورت میں بہت بڑھ گئی ہے کہ مغربی انسان جاہلیت پسندی کی بنا پر اپنی عقل اور علم کے اثر انگیز ذریعوں کو اس کشمکش کو بڑھانے اور اپنی برتری اور غلبہ کے حصول کے لیے استعمال کر رہا ہے، اس کے لیے وہ دو انسانی ذریعوں کو خاص طور پر استعمال کر رہا ہے، ایک مالی طاقت کا ذریعہ اور دوسرا ذریعہ میڈیا کی طاقت کا ہے، اس طرح وہ مال کے ذریعہ کم مائیگی کے شکار لوگوں کو اپنا تابع اور طرفدار بنا رہا ہے، دوسری طرف میڈیا کے ذریعہ لوگوں کے ذہنوں کو زندگی کے سرسبز باغوں کو خزاں گزیدہ اور ازکار رفتہ دکھاتا ہے، اور خارزار جنگلوں کو گداز اور راحت رساں ظاہر کرتا ہے، اور اپنی عقلی مہارت سے اسلامی خوبیوں کو داغ دار بنا کے پیش کرتا ہے اور یہ بات ادھر کئی صدیوں سے بہت زور وشور سے چل رہی ہے اور اس نے اپنے طرز فکر کی درسگاہوں کے مستفیدین کے خاصے بڑے طبقہ کو متاثر بھی کر دیا ہے، مال اور وسائل طاقت والے لوگ استعماری راہ سے یہ کام انجام دیتے ہیں اور علم وعقل کے اصحاب استشراقی ذرائع سے یہ کام انجام دے رہے ہیں۔

اس تمام کشمکش کی وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کا فکر وتصور جیسا ہوتا ہے اسی کے مطابق اثر انداز ہوتا ہے، کوئی بھی طریقۂ زندگی ہو وہ اپنی متعین فکر رکھتا ہے، وہ اسی فکر کے تحت عمل کرتا ہے، اسلامی فکر میں مسلمان دنیاوی زندگی کو ایک عبوری عہد سمجھتا ہے جس کے بعد اصل زندگی کا عہد حاصل ہونے پر یقین رکھتا ہے جو آخرت کا عہد کہلاتا ہے، دنیاوی زندگی میں کیے گئے اعمال کے نتائج اس میں ظاہر ہوں گے، وفادار اسلام آخرت کے نتائج کو دنیاوی زندگی میں پیش آنے والے نتائج کے مقابلہ میں اولیت دیتا ہے جبکہ مغربی فکر والا دنیاوی زندگی ہی کو سب کچھ مانتا ہے اور صرف اسی کے اعمال اور ان کے نتائج کو ہی تسلیم کرتا ہے اور آخرت کے تصور کو دنیاوی تصور کے لیے رکاوٹ مانتا ہے اور باعث ضرر سمجھتا ہے جبکہ اسلامی تصور آخرت کی فکر کے ساتھ ساتھ زندگی کے مناسب تقاضوں کو بھی تسلیم کرتا ہے اور ان کو ان کا جائز حق دینا صحیح سمجھتا ہے۔

اس طرح اسلامی تصور حیات مغربی تصور حیات سے زندگی کے جائز تقاضوں کی حد تک متفق اور اس کے انکار آخرت کے تصور کے برخلاف ہے اور مغرب کا لادینی تصور اس اختلاف کی بنا پر اسلامی تصور کے مخالف فکر کا حامل ہے اور آخرت کے تصور کو مٹانا چاہتا ہے۔

دونوں تصور ہائے حیات کا یہ اختلاف مغربی مفکرین کو اسلام کے خلاف جدوجہد پر لگائے ہوئے ہے، اور ان کی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والوں اور ان کی علمی اور فکری مجلسوں میں شریک محفل ہونے والوں پر اثر انداز ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے، لہذا ہمارے اسلامی الفکر دانشوروں کا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کا مقابلہ کریں اور اس کے جو مضر اثرات ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔

خوشی کی بات ہے کہ اس کام کو الحمد للہ اصحاب ایمان اور ان کے مختلف اداروں کے ذریعہ انجام دینے کی کوشش شدہ شدہ ملتی ہے، اس وقت مذکورہ عنوان کے تحت ایک کتاب ہمارے ایک ذہین اور خصوصی مطالعہ سے حاصل کردہ صلاحیت کے حامل نوجوان استاد مولوی محمد وثیق ندوی کی طرف سے شائع ہو رہی ہے جس میں انہوں نے اچھے اور علمی انداز میں اس کام کو انجام دیا ہے، اس میں مسیحیت اور یہودیت کے حاملین کی عداوت وتعصب، عیسائی مشنری، سامراج، استشراق، ماسونیت اور عالمی صہیونیت کی شاطرانہ چالوں کو ظاہر کیا گیا ہے، اسلام مخالف افکار ونظریات کے خطرناک پہلوؤں اور مسلم دشمن تحریکوں کے عزائم اور منصوبوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، اسلام اور مسلمانوں پر دہشت گردی، انتہا پسندی بنیاد پرستی اور تشدد کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے یورپ کے ظلم وسفاکی، بربریت ودرندگی، قتل وغارت گری، انتہا پسندی اور دہشت گردی کو حقائق وواقعات کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے، اور اسلام کے روشن مستقبل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، درج ذیل اقتباسات سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

”درحقیقت یورپ کو خوف اسلام سے نہیں، اس کی مؤثر وروادارانہ تعلیمات، تسخیری صلاحیت

اور دلوں کو فتح کر لینے والی قوت سے ہے، تاریخ کے مطالعہ سے وہ مسلمانوں کے قرآن وسنت سے مضبوط تعلق، خدا اور رسول کی بے پناہ محبت، اسلامی تعلیمات پر ان کے اعتماد ویقین، اور راہ خدا میں جاں سپاری وجاں نثاری کے بے مثال جذبہ کا اندازہ لگا چکا ہے، اسے معلوم ہو گیا ہے کہ مسلمان اسلام کے تحفظ کی خاطر جان ومال، عزت ومتاع ہر قسم کی قربانی پیش کر سکتے ہیں، لیکن اس کے دامن پر کوئی بدنما دھبا برداشت نہیں کر سکتے، اسلام کے عوض انہیں کوئی سودا منظور نہیں ہوگا“۔

لارنس براؤن Lawrence Braun کہتا ہے:

”جب تک مسلمانوں میں اختلاف اور انتشار رہے گا اس وقت تک ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور نہ ان کا کوئی وزن ہوگا، لہذا یہ ضروری ہے کہ عرب اور مسلمان ایک دوسرے سے الگ رہیں، ان میں اتحاد قائم نہ ہونے پائے تاکہ انہیں کوئی طاقت وقوت حاصل نہ ہو سکے اور دنیا کے نقشہ میں ان کی کوئی حیثیت نہ رہے“۔

پادری سائمن کہتا ہے:

”اسلامی وحدت ہی مسلمان قوموں کی آماجگاہ ہے، اور اسی سے مسلمان یورپین تسلط سے خلاصی حاصل کر سکتے ہیں، دوسری طرف عیسائی مشنری ہی اس وحدت کو پاش پاش کر سکتی ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم عیسائی مشنری کے ذریعہ مسلمانوں کا رخ اسلامی وحدت سے پھیر دیں“۔

استشراق کے سامراجی رخ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

”انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں استشراق نے سامراجی رخ اختیار کر لیا، بالفاظ دیگر استشراق نے منظم سامراجی نیٹ ورک کی حیثیت اختیار کر لی اور مغربی سامراج کا اہم بازو بن گیا، اور امریکی بالادستی کے قیام میں اس علمی تحریک نے کلیدی رول ادا کیا، اسی وجہ سے امریکی یونیورسٹیاں مستشرقین کی فوج کی فوج تیار کر رہی ہیں، بعض معاصر مستشرقین اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے تحقیقی مقالات (thesis) کے ذریعہ موثر سیاسی رول ادا کر رہے ہیں، ان میں سرفہرست امریکی یہودی مستشرق برنارڈ لوئس ہے، اسی نے تہذیبی ٹکراؤ کا نظریہ پیش کیا تھا جس کو امریکی مفکر ہنٹنگٹن Samuel P. Huntington نے رواج دیا، اور امریکی سامراج کو اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا مشورہ دیا“۔

”خاص طور سے امریکی استشراق، معاصر امریکی مستشرقین اسرائیل کے قیام سے لے کر آج تک عربی خطہ کے حالات پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں، یہ مستشرقین اس خطہ میں امریکی سیاست کے تقاضوں اور ضروریات کے پیش نظر غور کر کے امریکی حکومت کو معلومات بہم پہونچاتے ہیں اور ان کی روشنی میں امریکی انتظامیہ اقدامات کرتی ہے، امریکی استشراق میں اسرائیل پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے کیونکہ خطہ میں اسرائیل امریکی عزائم کو بروئے کار لانے میں اہم رول ادا کر رہا ہے“۔

”تلمود کے مطالعہ اور جائزہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تلمود کا بنیادی فلسفہ پوری نوع انسانی کو یہودیوں کی خدمت کے لیے مسخر کرنا، تمام تہذیبوں وثقافتوں کا خاتمہ اور دیگر صحف آسمانی کو منسوخ قرار دینا ہے، تاکہ انسانیت دشمن فلسفہ کو پوری زمین پر رائج کیا جاسکے اور مملکتِ اسرائیل کو تحفظ اور بقا حاصل ہو سکے۔

تلمودی تعلیمات کے چند نمونے:

”ہر یہودی پر لازم ہے کہ وہ اپنی قوم کے لیے اقتدار اور حکومت کو باقی رکھنے کے لیے دوسری تمام قوموں کو آگے بڑھنے سے روکے اور زمین پر قبضہ کرنے سے ان کو باز رکھے“۔

”جانور اور انسان کے درمیان وہی فرق ہے جو یہود اور غیر یہود میں فرق ہے“۔

”غیر یہودیوں میں سے نیک لوگوں کا قتل کرنا واجب ہے، اور یہودی پر یہ حرام ہے کہ وہ کسی غیر یہودی کو تباہی سے بچائے یا کسی غار میں گرنے سے روکے، بلکہ اس کو چاہئے کہ جب وہ کسی غار میں گر جائے تو اوپر سے مٹی ڈال کر اسے بند کر دے“۔

”کافروں میں سب سے زیادہ خطرناک مسیح اور اس کے متبعین ہیں“۔ ”غیر یہودیوں کے ساتھ زنا جائز ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، اور ایسا کرنے والے کو کوئی سزا نہیں ہوگی“۔

”جو یہودی خواب میں اپنی ماں کے ساتھ زنا کرتا ہے اسے حکمت ملتی ہے، جو اپنی مخطوبہ کے ساتھ منہ کالا کرتا ہے وہی پابند شریعت ہوتا ہے، جو خواب میں اپنی بہن کے ساتھ زنا کرتا ہے اسے عقل ودانائی کی روشنی ملتی ہے اور جو خواب میں اپنے کسی رشتہ دار کی بیوی سے زنا کرتا ہے اسے ابدی زندگی نصیب ہوتی ہے“۔

”یہودی خاتون کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اس بات کی شکایت کرے کہ وہ اس کے بستر پر زنا کرتا ہے“۔

”ہر یہودی پر لازم ہے کہ وہ دن میں تین مرتبہ عیسائیوں پر لعنت بھیجے اور ان کی ہلاکت وبربادی کی دعا کرے“۔

"نصرانیوں کے یسوع جہنم میں ہیں اور ان کی ماں مریم نے ان کو فوجی باندراسے زنا کرکے جنا ہے"۔

"صہیونی اس کو ضروری قرار دیتے ہیں کہ عربوں اور مسلمانوں کو برائیوں میں غرق کردیا جائے، اس مقصد کے لیے مسلم ملکوں میں فحاشی کے اڈے قائم کیے جاتے ہیں، عورتوں کو استعمال کرتے ہیں، اور مسلم آبادیوں میں ایسے معلمین اور معلمات بھیجی جاتی ہیں جن کے ذہن فاسد ہوتے ہیں، یہ طلبہ کو بے راہ روی، اخلاقی وجنسی انارکی، بے حیائی اور اخلاق سوز حرکتوں پر آمادہ کرتے ہیں"۔

"عیسائی مؤرخین اسٹیفن رنسیمان، گوستاؤ لیبان، رابرٹ اور کاہن آبوس نے اعتراف کیا ہے کہ "عیسائیوں نے بیت المقدس میں پناہ گزین مسلمانوں کا اس طرح قتل عام کیا کہ گھوڑوں کے پیر گھٹنوں تک خون میں ڈوب گئے، ریچرڈ نے عکا شہر میں ۲۷۰۰ مسلم قیدیوں کو قتل کردیا، جن میں بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کردیا گیا، بلکہ وہ سڑکوں پر گھوم گھوم کر مردوں، نوجوانوں، بچوں اور عورتوں کے پیٹ چاک کرتے تھے، ہر جگہ لاش ہی لاش نظر آتی تھی، اور ہماری قوم کے سفاکوں نے تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کردیا"۔

عزیزم محمد وثیق نے ندوہ میں اپنے علمی سرپرستوں کی رہنمائی میں اس موضوع پر بہت اچھا مطالعہ کیا ہے اور پھر اس مطالعہ کو خوبی اور تفصیل کے ساتھ کتابی شکل میں پیش کیا ہے، وقت کی ضرورت کے پیش نظر ان کی یہ کوشش بہت لائق قدر ہے، میں تمام شائقین علم حضرات کو اس کتاب کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں، اور دعا ہے کہ یہ کتاب مفید سے مفید تر ثابت ہو (آمین)۔

☆☆☆☆☆

مومن کی محبت

عاصی لکھنوی (ڈاکٹر حافظ ہارون رشید صدیقی)

مومن کی صفت خاص ہے اللہ کی محبت
ہر شے سے زیادہ ہو اللہ کی محبت

ہے حب کا تعلق مومن کے قلب سے
پر حب کی علامت، محبوب کی اطاعت

گو دیکھ نہیں سکتیں اللہ کو یہ آنکھیں
پھر بھی ہوئی لازم ہے اللہ کی طاعت

اس امر کو آسان کیا رب نے ہے خود ہی
قرآن میں موجود ہے یہ صاف ہدایت

کی پیروی جس نے بھی اللہ کے نبیؐ کی
بے شک اسے حاصل ہوئی اللہ کی طاعت

ایمان کی تکمیل کو حبِّ نبیؐ ہے لازم
دنیا جہاں سے بڑھ کر ہو ان سے محبت

کہہ دو یہ نبیؐ سے کہا اللہ نے، پڑھ لو
تم رب کی محبت کو، کرو میری اطاعت

اللہ کے محبوب تم ہوجاؤگے لاشک
اخلاص سے کروگے اگر میری اطاعت

سنت نبیؐ کی جس کو، محبوب نہیں ہے
پیارے نبیؐ سے وہ نہیں رکھتا ہے محبت

اصحابؓ نبیؐ سے ہوا راضی خدائے پاک
اصحابؓ سے مومن بھی سب رکھتے ہیں محبت

یارب نبیؐ پاک پر لاکھوں درود ہوں
پیارے نبیؐ سے دل سے رکھتا ہوں محبت

آلؓ اور اصحابؓ نبیؐ پر بھی ہو رحمت
ہے ان کی محبت میں اللہ کی قربت

ازواجؓ نبیؐ مائیں ہیں امت کی، سب کی سب
ماں باپ سے بھی بڑھ کر ان سے ہے محبت

عاصی ہوا ہے تائب اللہ اسے بخشے
صلحاء سے وہ امت کے رکھتا ہے محبت

☆☆☆☆☆

یادرفتگاں

سیرۃ النبیؐ، دارالمصنفین، معارف اور

سید الطائفہ مولانا سید سلیمان ندویؒ ۱۸۸۵ء-۱۹۵۳ء

جنہوں نے اپنے ندوی ہونے کا حق ادا کردیا

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

نومبر ۱۹۱۴ء میں جب مولانا شبلیؒ کا مختصر علالت کے بعد ان کے وطن اعظم گڑھ میں انتقال ہوگیا تو ہم لوگوں کا مختصر سا قافلہ بے سالار رہ گیا، مولانا حمید الدین فراہیؒ سن وسال، علم وفضل میں، زہد وتقویٰ میں سب سے بڑھے ہوئے تھے، اور اس پر مولانا کے عزیز قریب بھی، لیکن اول تو ان کا قیام حیدرآباد میں کشتی درچین وملاح درفرنگ کا مصداق اور پھر اسی چھوٹی سی ٹولی میں سب دیندار ومتقشف ہی نہ تھے بعض بددین بلکہ بعض مجھ جیسے بے دین بھی شامل تھے، ان کے ساتھ مولانا فراہیؒ کے نباہ کی کوئی صورت نہ تھی، رہے مولانا ابوالکلام تو ایک تو وہ بھی صدہا میل کے فاصلہ پر کلکتہ میں اور پھر اسی وقت سو فی صدی سیاسیات میں پھنسے ہوئے، ان دونوں ہستیوں کے خارج از بحث ہوجانے کے بعد قرعہ انتخاب شبلی کے فاضل ترین قابل ترین، شاگرد سید سلیمان ندوی بہاری کے نام پر پڑا اور جانشینی کا تاج سب نے ہاتھوں ہاتھ انہیں کے سر پر رکھا ع

مے کشوں کے سر پہ یارب پیر میخانہ رہے

سلیمان "پیر" ہوں یا نہ ہوں بہر حال "پیر میخانہ" کی صلاحیت سب سے زیادہ رکھتے تھے، پونہ میں سرکاری کالج میں لکچرر تھے، آئندہ ترقیوں اور بیش قرار مشاہرہ کے حقدار تھے، سب چھوڑ چھاڑ کر آگئے اور استاد کے آستانہ پر جم کر بیٹھ گئے۔

نومبر ۱۹۱۴ء کا زمانہ ہے، اور اعظم گڑھ کا مقام، شہر کی آبادی سے الگ، ایک نہایت وسیع احاطہ کے اندر، ایک پھوس کے بنگلہ میں، ۵۷ سال کی عمر کا ایک مریض اور اپنی عمر سے کہیں زیادہ بوڑھا، اور زندگی سے مایوس شدید کرب کی حالت میں تڑپ رہا ہے، اور پہلو میں بیٹھے ہوئے اپنے عزیز شاگردو تیماردار کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ادھ کٹے لفظوں میں وصیت کر رہا ہے، وصیت اپنے مال وجائداد، خاندان واعزہ سے متعلق نہیں، دنیا سے رخصت ہوتے ڈھن کچھ اور ہی سر پر سوار ہے، ذرا کان لگا کر سنیے: "سلیمان .... سیرت .... سب کام چھوڑ کر سیرت"۔

یہ وصیت کرنے والا تھا مشہور فاضل اور اردو کا نامور ادیب واہل قلم شبلی نعمانی، جس کو آخر میں کئی سال سے لگن تھی تو ایک اعلیٰ سیرۃ نبوی کی اور وصیت سننے والا تھا اسی استاد کا ہونہار ترین شاگرد سید سلیمان، سلیمان اس وقت جوان تھے، کوئی ۲۹، ۳۰ سال کی عمر کے اور کس جوان کے دل میں دنیوی ترقیوں کے ارمان اور مالی خوشحالی کے حوصلے نہیں ہوتے؟ مرنے والے کی وصیت کو سنا، ظاہری کانوں سے نہیں گوش دل سے سنا اور تعمیل اس طرح کی کہ شاید استاد مرحوم خود بھی اس طرح تعمیل نہ کر پاتے، رفیقوں، جلیسوں نے "سید الطائفہ" کہہ کر پکارا اور خانقاہ شبلی کے اس جنید پر لقب پوری طرح چھا کر رہ گیا۔

سیرۃ النبیؐ (جلد اول تا ششم) کے اس ضخیم و عظیم الشان کارنامہ کی مثال اردو یا کسی اور زبان میں تو کیا ہوتی، عربی میں بھی ملنا مشکل ہی ہے، مولانا شبلی بیچارے تو صرف اس کے ابتدائی حصے لکھ سکے تھے اور نظر ثانی ابھی اس کی باقی تھی، سیرت کا یہ کارنامہ کہنا چاہیے کہ سلیمانی ہی کارنامہ ہے اور شبلی کا نام بہ طور تبرک ہی کے شامل ہے، سلیمان کا یہی کارنامہ انھیں سلیمان اعظم بنادینے کے لیے کافی ہے، زندگی بھر وہ کچھ اور نہ کرتے اور یہی اپنی یادگار چھوڑ جاتے جب بھی ان کا نام نامی رہتی دنیا تک روشن رہتا۔

رسول کریمؐ کے ممتاز سیرت نگاروں کی صف اول میں انھیں جگہ ملتی اور حشر میں اپنے جد اعلیٰ کے نگاہ کرم وشفقت کے روبرو بیہقیؒ اور قسطلانیؒ اور زرقانیؒ کے زمرہ میں وہ بھی محشور ہوتے لیکن سیرۃ النبیؐ کے جلو میں تو ایک پورا لشکر ہی ہے، "رحمت عالمؐ" اور "ارض القرآن"، "سیرت عائشہؓ" اور "خطبات مدراس"، "نقوش سلیمانی" اور "خیام"، "عرب وہند کے تعلقات"، "حیات شبلی"، "لغات جدیدہ"، اور "عربوں کا فن جہازرانی"، چھوٹی بڑی، نئی پرانی، دینی علمی، ادبی، درجنوں کتابوں کے مصنف اور بے شمار مقالات کے راقم کو کوئی اردو خواں بھلانا چاہے بھی تو کیسے بھلا سکتا ہے؟

اپنی چالیس سالہ تصنیفی زندگی میں ادب صالح سے اردو کے ذخیرہ کو جتنا مالا مال اس مرنے والے نے کیا ہے، اس سے بڑھ کر اور کون کرسکا ہے؟

شبلی منزل کا لب مرگ مکین دیکھ رہا تھا کہ بات بگڑی جارہی ہے، کام کے ساتھ ساتھ کام کی حسرتوں کا ایک انبار اپنے پیچھے چھوڑے جارہا ہے،

سعادت مند شاگرد نے گرتا ہوا محل تھام لیا، جو بات بگڑ چلی تھی دم کے دم میں بنالی، کام کرنے والوں کا ایک نظام، دار المصنفین کا تو خاکہ ہی خاکہ استاد مرحوم کے ذہن میں تھا، حوصلہ ہی حوصلہ تھا اور کاغذ پر ابھی نقشہ ہی تیار ہو پایا تھا، عمارت ساری کی ساری تو سلیمان ندوی ہی نے تیار کردی اور اپنے ندوی ہونے کا حق ادا کردیا، ۱۹۱۵ء ہی سے دار المصنفین کا باقاعدہ ادارہ قائم کردیا اور "الندوہ" کا جانشین نہیں نعم البدل "معارف" کے نام سے جاری کردیا، ادارہ اور رسالہ نے ۳۵، ۳۶ سال کے عرصہ میں جو کچھ کر دکھایا، اس کا تعلق ماضی سے نہیں حال سے ہے، خبر سے نہیں مشاہدے سے ہے، شنید سے نہیں دید سے ہے، اسلامی ادبیات کے اتنے ذخیرۂ عظیم کی سعادت اسی خوش نصیب کے لیے مقرر ہوچکی تھی۔

۱۹۲۰ء سے جنگ عظیم اول کے خاتمہ کے بعد علمبرداران امن کی پوری یورش خلافت پر شروع ہوئی ہے، ترکی کا "مرد بیمار" "خلیفۃ المسلمین" ہر طرف سے نرغہ میں ہے، اور شاطران سیاست کی کوشش ہے کہ جنگ میں شکست کے بعد خلیفہ کے پاس بچا کھچا جو کچھ رہ گیا، اسے بھی شرائط صلح کے بہانہ سے ہتھیا لیا جائے، محمد علی کا قلب مومن ہر موقع کی طرح اس وقت بھی تڑپ اٹھا اور خلافت کمیٹی نے جو ایک آدھ سال قبل قائم ہوچکی تھی، ان کی صدارت میں ایک وفد یورپ بھیجنا طے کیا لیکن مسلمان کا اصل مطالبہ مذہبی تھا نہ کہ سیاسی، سوال یہ اٹھا کہ اسلامی ہند کی دینی اور مذہبی نمائندگی وفد میں کون کرے؟ ہندوستان کے علماء میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی تحریک میں سب سے پیش پیش تھے، لیکن وہ اس سفر سے معذور، سب کی نگاہ بالاتفاق سلیمان ندوی ہی پر پڑی اور وہی اس وفد میں دینی رکن کی حیثیت سے شریک ہو کر یورپ روانہ ہوئے، اور وہاں نہ صرف مناسب موقعوں پہ تقریریں کیں بلکہ انگریزی پریس میں جو زہر افشانی ترکوں کے خلاف ہوتی رہی، اس کے جوابات بھی تاریخی اور فقہی حوالوں سے مدلل و مستند انگریزی ترجمہ کرا کے دیتے رہے، اکبر الہ آبادی کے یہ شعر اس زمانے کے ہیں ؎

سلیمان کی بات کیسی بنی
وہ ندوی سے اب ہوگئے لندنی
رہے بادہ نوشوں سے بے شک کھنچے
مگر چائے والوں سے گاڑھی چھنی
محمد علی کی رفاقت میں ہیں
خدا غیر سے ان کو کردے غنی

اور وفد جب لندن سے پیرس پہنچا تو اس وقت اسی پیر ظریف نے فرمایا ؎

دعائیں کر رہے ہیں ہم یہاں مسجد کی دریوں پر
مبارک ہو سلیمانی نظر پیرس کی پریوں پر

جانشین شبلیؒ گوشہ نشین اور محض کتاب نویس نہ تھا، سیاسیات کا بھی مرد میدان تھا، خلافت کی مجلس انتظامیہ و مجلس عاملہ میں مدتوں شریک رہے۔

اپریل ۱۹۲۶ء ہے، حجاز سے شریفی خاندان کی حکومت ختم ہوئے عرصہ ہوچکا ہے، اور اب تسلط سلطان عبد العزیز ابن سعود کا ہے، ہندوستان کی خلافت کمیٹی سے ان کے بڑے بڑے وعدے تھے لیکن اب ان کے ایفاء کا امکان دور ہی ہوتا جارہا تھا، اس نے ایک خاص جوش و ہیجان سارے ملک میں پیدا کردیا تھا، بہرحال وہاں ایک عالم اسلامی کی موتمر یا کانفرنس منعقد ہورہی تھی اور اس میں شرکت کی دعوت خلافت کمیٹی کو بھی موصول ہوچکی تھی، وفد میں انتخاب علی برادران اور شعیب قریشی کا ہوا اور اب گفتگو یہ تھی کہ رئیس وفد کون ہو؟ حکیم اجمل خاں مرحوم نے اٹھ کر نام سید صاحب کا پیش کردیا اور معاً ساری گفتگو ختم تھی، ان سے بہتر رئیس وفد حجاز اور ہو کون سکتا تھا، عربی میں آزادی اور پوری قدرت کے ساتھ کیا گفتگو اور کیا تقریر اور پھر دینی مسائل پر ان سے بہتر اور کون کرسکتا تھا؟ پھر یہ سفر بھی ان کے لیے نیا نہ تھا، دو ایک سال قبل جب شریفی، سعودی تصادم شباب پر تھا، جب بھی تو وہ وفد خلافت ہی کے رکن کی حیثیت سے جاچکے تھے۔

آخر آخر میں تصوف بہت غالب آگیا تھا، حکیم الامت و امام طریقت تھانویؒ کا آخری زمانہ تھا کہ ان سے عقیدت پیدا ہوئی اور والہانہ حد تک پہنچ گئی، بیعت ہوئے اور مرشد انور میں ایسا جذب ہوئے کہ ایک لفظ فنافی الشیخ جو مدت سے سننے میں آرہا تھا، اس کا عملی نمونہ پیش کردیا، تصنیفی، تحریری، تقریری یہ سارے ذوق کم ہوتے گئے اور اسی نسبت سے وقت اور اد و اذکار کی نذر ہونے لگا، نیند طبعی طور پر زائد تھی لیکن ہم بے تکلف قدیم نیاز مندوں کو دیکھ کر حیرت ہوگئی کہ اس سن کو پہنچ کر اس پر پوری طرح قابو پالیا اور شب بیداری کوئی بات ہی نہ رہ گئی، خدا ترسی، نرم مزاجی، تواضع، فروتنی پہلے ہی سے تھی اور مروت کے تو گویا پتلے ہی تھے، تصوف کے اثر نے کہاں سے کہاں پہنچادیا، آخر عمر میں صدمات بھی کچھ ایسے برابر پہنچتے رہے جن کا مقصود تکوینی انانیت شکنی اور نفس میں شکستگی تضرع و انتہائی کی کیفیت پیدا کردینا تھا، اور اس پر حیرت ذرا بھی نہ کیجیے کہ رسول کا یہ سیرت نگار اور دین کا دیرینہ خادم جب ۶۸ سال کی عمر میں ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو اپنے وطن حقیقی کو روانہ ہوا ہے، تو نماز مغرب پڑھتے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی اور عالم ناسوت میں جو بالکل آخری عمل، قصد و اختیار سے ہوش و حواس میں صادر ہوا ہے، وہ عمل نماز ہی تھا۔

☆☆☆☆☆

علم وحکمت

معلم انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

سیرت نگاروں نے حیات طیبہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) کے مختلف پہلوؤں کو خوب اجاگر کیا ہے، لیکن حیات طیبہ کے ایک اہم ترین پہلو کو بھرپور پیش نہیں کیا جاسکا، اور وہ پہلو ہے آپؐ کے معلم علم وحکمت ہونے کا، یہ آپؐ ہی کا فیض اور احسان ہے کہ پوری دنیا علم ومعرفت اور حکمت و دانائی کے نور سے منور ہے، قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت عظیم کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعثت نبویؐ سے پہلے پوری دنیا ضلالت وگمراہی اور جہالت و ناخواندگی کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں تھی، دنیائے انسانیت پر آپؐ کے دیگر عظیم احسانات کے علاوہ ایک عظیم احسان یہ بھی ہے کہ آپ دنیا کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ". [سورہ جمعہ:۲] (وہی جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے)۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشن کی وضاحت کی ہے، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے رشد وہدایت اور علم کا جو پیغام دے کر مجھ کو مبعوث کیا ہے، اس کی مثال موسلادھار بارش کی ہے، جو زمین کے کسی خطہ پر ہو، جہاں کے بعض حصے پانی کو قبول کرلیں اور جذب کرلیں، تو وہاں کثرت سے سبزہ اور ہریالی آجاتی ہے، اور زمین کا کچھ حصہ ایسا بھی ہوتا ہے جو پانی کو روک لیتا ہے، تو اللہ تعالی اس سے لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے، کہ خود پیتے ہیں، اور دوسروں کو پلاتے ہیں اور کاشتکاری کرتے ہیں، اور زمین کا کچھ حصہ ایسا ہوتا ہے جو پانی کو قبول نہیں کرتا ہے اور نہ جذب کرتا ہے، اور نہ وہاں سبزہ اگتا ہے، یہی (پہلی) مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا ہے، اور اس سے فائدہ اٹھایا، اور میرے لائے ہوئے پیغام سے استفادہ کیا، لہذا خود بھی سیکھتا اور عمل کرتا ہے، اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے، اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے میرے لائے ہوئے پیغام پر نہ کوئی توجہ کی، اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جو میں لے کر آیا ہوں۔ [صحیح بخاری]

ایک دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کی، جب آگ نے اس کے اردگرد کو روشن کردیا، تو پروانے اور اس جگہ رہنے والے کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگتے ہیں، وہ ان کو آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس میں ٹوٹے پڑتے ہیں، یہی مثال میری اور تمہاری ہے، میں تم لوگوں کو آگ سے پکڑ پکڑ کر بچانے کی کوشش کررہا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرنے پر تلے ہو۔ [بخاری ومسلم]

معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت امی قوم (ان پڑھ عربوں) میں ہوئی، اس کی وجہ سے صرف عربوں کو ہی امی سمجھ لیا گیا، اگرچہ عرب فطری طور پر امی تھے، ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا، لیکن بعثت محمدیؐ کے وقت دنیا کی دیگر قوموں کا حال بھی عربوں سے مختلف نہیں تھا، تاریخ عالم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثت محمدیؐ کے وقت دنیا کی مختلف قوموں میں علم کا رواج بہت محدود تھا، ناخواندگی اور جہالت کا دور دورہ تھا، سب کو علم حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی، مخصوص طبقات یا افراد (ارباب کلیسا) کی علم پر اجارہ داری تھی، اور ان کا علم بھی محدود تھا، مغربی قومیں جہالت وناخواندگی کا شکار اور خونی جنگوں سے چور چور تھیں، وہ جنگ وجہالت کی پیدا کی ہوئی تاریکی میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں، ان ممالک میں اب تک علم وتمدن کی صبح نمودار نہیں ہوئی تھی، اسلامی اور عربی اندلس (اسپین) اس وقت تک منصۂ شہود پر نہیں آیا تھا کہ علم وتمدن سے روشناس کرائے، غرض ہر طرح یہ قومیں تمدن انسانی کے قافلہ سے الگ تھلگ تھیں، اور ایک دوسرے سے بے خبر تھیں دنیا تقریباً ان سے ناآشنا تھی، خود مغربی مؤرخین نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

یورپ مسلمانوں کو جاہل وناخواندہ قوم ہونے کا طعنہ دیتا ہے اور اس کی ذمہ داری اسلام پر ڈالتا ہے، حالانکہ یہ وہی یورپ ہے جس نے مسیحیت کی ماتحتی میں ہزار سالہ مدت ایک ان پڑھ قوم کی حیثیت سے بسر کی ہے، جس میں یورپ کے بڑے بڑے لیڈر ان پڑھ اور جاہل تھے، لاویس رامبو

(LavisseEt rambaud) اپنی کتاب ''تاریخ عام'' (General Histoiry) میں کہتا ہے:

''انگلینڈ ساتویں صدی عیسوی سے لیکر دسویں صدی عیسوی تک انتہائی غریب اور پسماندہ تھا، خارجی دنیا سے بالکل کٹا ہوا تھا، وحشت وبربریت اور درندگی کا دور دورہ تھا، مکانات کچی مٹی کے بنائے جاتے تھے، مہلک امراض اور وبائیں عام تھیں، انسان جانوروں سے بھی گیا گزرا تھا، سردار قوم بھی اپنی پوری فیملی کے ساتھ ایک چھوٹے جھونپڑے میں رہتا تھا۔

پورا یورپ اس وقت گھنے جنگلات پر مشتمل تھا، زراعت وکاشتکاری نہ ہونے کے برابر تھی، خانہ جنگی، قتل وغارتگری اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا، پیرس اور ولندرا میں مکانات گھاس پوس کے ہوتے تھے، جن میں نہ کھڑکیاں ہوتیں اور نہ کمرے، بستر اور چٹائی کا وجود نہ تھا۔

مرد، خواتین اور بچے غرض پوری فیملی ایک چھوٹے اور تنگ وتاریک کمرہ میں رات گزارتی تھی، اور اسی میں پالتو جانوروں کو بھی ٹھہراتے تھے، وہاں نہ سڑکیں تھیں، نہ نالیاں اور نہ ہی چراغ اور نہ روشنی کا کوئی سامان''۔

مؤرخ ڈریپر (Draper John william) کہتا ہے:

''یورپ میں جہالت کا دور دورہ تھا، اوہام و خرافات کی حکمرانی تھی، علاج ومعالجہ سب مقدس مقامات کی زیارت پر منحصر رہ گیا تھا، فن طب مردہ ہو چکا تھا، جوگیوں اور شعبدہ بازوں کی دکانیں چمک اٹھی تھیں''۔[الاسلام والحضارة العربية، از: ڈاکٹر کردعلی، ص/۱۹۶]

رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) لکھتا ہے:

''پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی، اور یہ تاریکی تدریجاً زیادہ گہری اور بھیانک ہوتی جارہی تھی، اس دور کی وحشت وبربریت زمانہ قدیم کی وحشت وبربریت سے کئی درجہ زیادہ بڑھی چڑھی تھی، کیونکہ اس کی مثال ایک بڑے تمدن کی لاش کی سی تھی، جو سڑ گئی ہو، اس تمدن کے نشانات مٹ رہے تھے، اور اس پر زوال کی مہر لگ چکی تھی، وہ ممالک جہاں یہ تمدن برگ وبار لایا، اور گزشتہ زمانہ میں اپنی انتہائی ترقی کو پہنچ گیا تھا جیسے اٹلی، فرانس، وہاں تباہی، طوائف الملوکی اور ویرانی کا دور دورہ تھا''۔

یورپ میں ناخواندگی اور جہالت کی یہ گھٹا ٹوپ تاریکی دسویں صدی عیسوی تک قائم رہی، مسلمانوں سے استفادہ کے بعد ہی ان میں علم و تمدن کا رواج ہوا۔ دسویں صدی عیسوی میں یورپ میں ارباب کلیسا اور اصحاب علم کے درمیان شدید کشمکش جاری تھی، سیکڑوں اہل علم کو کلیسا کے معاندانہ رویہ کی وجہ سے تختہ دار پر چڑھا دیا گیا، اٹلی، فرانس، اسپین، اور جرمنی میں عقائد وتعلیم کی چھان بین کے لیے تحقیقی عدالتیں (courts of Inquisition) قائم کی گئیں، اور ارباب علم ودانش کو کفر والحاد کے الزام میں گرفتار کرکے سفاکانہ سزائیں دی گئیں، ایک محتاط اندازہ کے مطابق جو لوگ ان عدالتوں کی بھینٹ چڑھے ان کی تعداد لاکھوں تک پہونچتی ہے۔ جن میں بتیس ہزار کو زندہ جلا دیا گیا۔

ڈریپر نے لکھا ہے:

''فرانسیسی سلوسٹر دوم Sylvestre (۹۳۰-۱۰۰۳ء) جو یورپ کے کسی شہر میں ایک کلیسا میں تھا ایک مرتبہ اندلس (اسپین) گیا اور اشبیلیہ اور قرطبہ میں قیام کیا اور عرب علماء وحکماء سے حساب اور سائنس کا علم حاصل کیا، جب وہ سائنس اور دیگر علوم سیکھ کر وطن واپس آیا تو لوگوں نے اس کو ساحر خیال کیا، اور بعض حکمرانوں نے اس کو اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کیا، اور مختلف عہدوں اور مناصب عالیہ سے گزر کر پوپ کے منصب پر فائز ہوا، لیکن جب قدامت پرستوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس کو اور اسکے حامی بادشاہ کو قتل کردیا، محکمہ احتساب سائنس (انکویزیشن) کی قربان گاہ پر قرون وسطی میں پاپاؤں کے ہاتھ بیسیوں محققین سائنس، علمی انکشافات وایجادات کے گناہ میں نذر چڑھ گئے، پادری سمجھتے تھے کہ زمین کا گول کہنا بھی مذہب کی تردید ہے، مشہور سائنس داں گلیلو (Galilio) کو اس بنا پر موت کی سزا دی گئی کہ وہ آفتاب کے گرد زمین کے گھومنے کا قائل تھا، کوپر نیک (Copernic) نے حرکت ارض و مرکزیت شمس کے اثبات یا نظام فیسا غورس کی تائید کی، تو اس کو قید کی سزا ملی اور قید ہی میں مرگیا، برونو (Brunoe) اس جرم میں جلا دیا گیا کہ ''تعدد عوالم'' کا قائل تھا''۔

یہ تھا حال بعثت محمدیؐ کے وقت آج کی متمدن دنیا کا، جو صدیوں تک جہالت وناخواندگی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہی، نبی امی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد علم کی روشنی پھیلنی شروع ہوئی، اسی نبی امیؐ نے علم کو ایسا عزووقار اور علماء کی ایسی قدر ومنزلت بڑھائی کہ کہیں اور اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، حصول علم پر نبی امیؐ نے بڑا زور دیا ہے اور اس کی بار بار تاکید فرمائی ہے، اور

خود قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترقی علم کی تلقین کی ہے: ''وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً''. [سورہ طہٰ: ۱۱۴] (آپ کہیے کہ اے میرے رب بڑھادے میرے علم کو)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں اضافہ علم کی بھی دعا تھی: ''اللّٰهم إني أسئلك علماً نافعاً، ورزقاً طيباً، وعملاً متقبلاً''. (اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع، پاکیزہ رزق اور قبول ہونے والے عمل کا طلب گار ہوں)۔

نبی امی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی کا آغاز لفظ اقرأ (پڑھ) اور علم سے ہوا:

''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ''. [سورہ اقرأ: ۱-۵] (پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے کائنات کو پیدا کیا، جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھیے آپ کا رب بہت کریم ہے، وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ علم سکھایا، وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اسے معلوم نہ تھیں)۔

اس وحی میں قلم کو علم کا عظیم وسیلہ قرار دیا گیا، جس سے علم کا تاریخی سفر وابستہ ہے، اور جس سے تصنیف وتالیف کی عالمگیر تحریک جاری ہوئی، اور علم ایک فرد سے دوسرے فرد، ایک قوم سے دوسری قوم، ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ اور ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتا رہا، دنیا میں علم کی اشاعت اور انسانی ضرورت کے مطابق اس کی عمومیت (پھیلاؤ) کا فخر اسی کو حاصل ہے، اور اس کی گردش و جنبش سے مدارس وجامعات اور علمی اداروں اور کتب خانوں کی دنیا آباد ہے۔

آپ کو معلم ومزکی کہا گیا: ''هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ، وَيُزَكِّيهِمْ، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ، وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ''. [سورہ جمعہ: ۲] (وہی تو ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک پیمبر بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی باتیں سکھاتا ہے دراں حالیکہ یہ لوگ پہلے سے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے)۔ حدیث شریف میں وارد ہے: ''أدبني ربي فأحسن تأديبي'' ایک دوسری روایت میں ہے: ''بعثت متمماً لمكارم الأخلاق'' مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے، آپؐ کے نمایاں اوصاف میں معلم علم، ناشر علم، اور مزکی ہے، یہ ایک حسین امتزاج ہے، جو انسان کا معیار زندگی بلند کرتا ہے، اور دیگر انسانوں کے ساتھ حسن سلوک اور مثالی زندگی کی تعمیر میں ممد ومعاون ہوتا ہے۔

تعلیم وتعلم اور لکھنے پڑھنے کا آغاز بعثت محمدی سے ہوا، اس سے پہلے ادیان ومذاہب میں کسب علم اور تعلیم پر پابندیاں عائد تھیں، بلکہ فکر وتدبر اور کتاب مقدس کے علاوہ دیگر کتابوں پر پابندی تھی، اسلام نے تعلیم وتعلم کے دروازے کھولے، جیسا کہ پہلی وحی سے معلوم ہوتا ہے، جس میں علم کے بعد اس کے وسیلہ قلم کا تذکرہ ہے، قرآن کریم میں جگہ جگہ تفکر، تدبر، شعور وآگہی، علم، عقل، فقہ، تفقہ اور تدبر فی خلق اللہ کے الفاظ آئے ہیں، لہٰذا اسلام نے ایک نئے عہد کا آغاز کیا، وہ انسانیت کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لایا، اور مذہبی پیشواؤں کے ظلم وزیادتی سے نکال کر جنہوں نے تعلیم وتعلم سے لوگوں کو محروم کر رکھا تھا، اور ارباب علم کو تختۂ دار پر چڑھا دیا تھا، حصول علم کی آزادی عطا کی۔

اسلام نے پہلا مدرسہ ہجرت سے پہلے دار الارقم میں کھولا، اور پھر ہجرت کے بعد مدینہ میں مسجد نبوی میں قائم کیا، غزوہ بدر میں قریش کے جو افراد گرفتار کیے گئے، ان کا زرفدیہ تعلیم مقرر ہوا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں، عہد نبوی کے بعد خلفاء اور مسلم سلاطین وامراء نے اس روش کو باقی رکھا، جگہ جگہ مساجد کے ساتھ ساتھ مدارس قائم کیے، لہٰذا نماز سے فراغت کے بعد مسجدیں مدرسوں میں تبدیل ہوجاتیں، اسلام کی اولین دانش گاہوں میں جامع قزوین، جامع عمرو بن العاص، جامع زیتونہ ہیں، اس کے بعد قاہرہ میں جامع ازہر اور اس کے بعد بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم کیے گئے، ان کے علاوہ اسلامی مملکت کے مختلف حصوں میں مسلم حکام اور اہل ثروت کی سرپرستی میں مدارس اور علمی وتعلیمی ادارے قائم تھے، جہاں تشنگان علم دور دراز کا سفر طے کرکے آتے اور کسب علم کرتے، اسلامی تاریخ میں سیکڑوں مثالیں ملتی ہیں کہ مسلم علماء نے کسب علم کے لئے کیسی کیسی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کیں، مسلم حکام اور سلاطین نے علماء اور تشنگان علم کی ہمت افزائی کی، مسلمانوں نے ہر دور میں اور ہر جگہ کسب علم اور اشاعت علم کے میدان میں ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیے جن کی کسی اور قوم ومذہب میں مثال نہیں ملتی، میدانِ تعلیم وتعلم میں مسلم علماء کے صبر وتحمل، عرق ریزی، جفاکشی، جانفشانی اور قربانیوں کی مثالیں سیر وسوانح اور تاریخ علوم وفنون میں جابجا دیکھی جاسکتی ہیں، جن سے مسلمانوں کے علمی ذوق وشوق اور طلب علم کا اندازہ ہوتا ہے، یہ سب نبی امی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا فیض ونتیجہ ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی

ندویؒ اپنی کتاب [تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، ص/۱۱۵] میں لکھتے ہیں:

"اس کے نتیجہ میں وہ فکری سرگرمی سامنے آئی جس نے علوم وصنائع اور تہذیب انسانی کو متاثر کیا، اور اس کا اثر ساری دنیا پر پڑا، گویا ایک ایسا وسیع دریچہ اور روشندان کھل گیا جس سے روشنی اور تازہ ہوا آنے لگی، اور اسلام نے گویا اس قفل کو توڑ یا کھول دیا جسے آزادی اور فکر سلیم کے دشمنوں اور قدیم مذاہب کے غلط نمائندوں نے عقل انسانی پر ڈال رکھا تھا، اور دنیا اپنی اس گہری نیند سے بیدار ہوگئی جو اس پر ہزاروں سال سے طاری تھی، اس نے اس نیند سے اپنی آنکھیں پونچھ کر اپنی فوت شدہ ترقی کی بازیافت اور راستہ کی مشکلات سے نمٹنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھنا شروع کیا، اس عالمی تأثر اور متنوع تحریک کے بارے میں ایک بڑا فرانسیسی عالم (Jolivet Castelot) اپنی کتاب "قانون تاریخ" (Laloi L,Historie) میں لکھتا ہے:

"وفات نبوی کے بعد عربوں نے بڑی تیز رفتار ترقی کی، اور اشاعت اسلام کے لئے وقت بھی سازگار تھا، اسی کے ساتھ اسلامی تہذیب نے بھی حیرت انگیز ترقی کی، اور فتوحات کے جلو میں وہ ہر جگہ فروغ پانے لگی، اور اس طرح عرب چند صدیوں تک اپنے ہاتھوں میں عقل کی مشعل اٹھائے رہے اور ان تمام علوم کی نمائندگی کی جس کا تعلق فلسفہ، فلکیات، کیمیا، طب، اور روحانی علوم سے تھا، اس طرح وہ صرف عرفی معنوں ہی میں فکری رہنما اور موجد ومخترع نہیں، بلکہ اپنی علمی خدمات کے نتیجہ میں جنہیں انہوں نے بڑی عالی دماغی سے انجام دیا، وہ اس کے بجا طور پر مستحق تھے"۔

دنیا میں علم کی نشر واشاعت اور قافلہ علم کی رفتار و ترقی ان مسلمانوں کی رہین منت ہے، جنہوں نے دنیا پر ایک ہزار سال سے زیادہ حکمرانی کی، مسلمانوں کے بڑے شہر: قاہرہ، بغداد، قرطبہ، اصفہان، قزوین، تبریز، سمرقند اور بخاری علم و معرفت کے گہوارے اور عالمی تہذیب وتمدن کے سرچشمے تھے، اگر کلیسا کی طرح اسلام کا بھی رویہ علم کے تعلق سے معاندانہ ہوتا تو قافلۂ علم اسی حالت میں ہوتا جس میں وہ ساتویں صدی عیسوی میں تھا، جہاں کتب خانے مقفل تھے، کتابیں ناپید اور مدفون تھیں، غور وفکر اور تدبر پر پابندیاں عائد تھیں، بعض انصاف پسند مغربی فضلاء اور مستشرقین نے انسانیت پر بعثت محمدی کے اثرات واحسانات کا اعتراف کیا ہے اور حقیقت ہے کہ آج دنیا میں جو بھی روشنی علم وہنر ہے وہ سب بعثت محمدی کا فضل و احسان ہے۔ انسانی تہذیب کے ہر مرحلہ اور میدان میں اسلام کے بے پایاں اور دور رس اثرات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

مسیو لیبڑی لکھتے ہیں:

"اگر تاریخ میں عرب منصہ شہود پر نمودار نہ ہوتے تو علوم وفنون اور تہذیب وتمدن میں یورپ کی بیداری کئی صدی اور مؤخر ہوجاتی"۔

رینان (Renan) کہتا ہے:

"البرٹ کبیر ہر چیز میں ابن سینا کا رہین منت ہے، اور سانتوما اپنے تمام فلسفہ میں ابن رشد کا خوشہ چیں ہے"۔

"یورپ کا بابائے سائنس روجر بیکن بھی عربوں کا شاگرد تھا، اور وہ خود اپنے شاگردوں کو تلقین کیا کرتا تھا کہ اگر صحیح علم حاصل کرنا ہے تو عربی پڑھنا سیکھو"۔

گوسٹاف لیبان لکھتا ہے:

"عربوں ہی نے یورپ کو علم ومعرفت اور تہذیب وتمدن کی دنیا سے متعارف کرایا، عرب ہمارے محسن تھے، اور چھ صدیوں تک ہمارے پیشوا اور مقتدا رہے"

گوسٹاف لیبان مزید لکھتا ہے:

"عربوں کے یورپ پر بڑے عظیم احسانات ہیں، عربوں نے پورے یورپ پر دور رس، دیرپا اور گہرے اثرات ونقوش چھوڑے ہیں، یورپ کی تہذیب وتمدن اور ترقی کے اصل معمار عرب ہی ہیں، عربوں کے اثرات واحسانات کا صحیح اندازہ اسی وقت لگایا جاسکتا ہے جبکہ یورپ کا وہ تاریک دور نظروں کے سامنے ہو جس میں بیداری شروع ہوئی، جب ہم نویں اور دسویں صدی عیسوی پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ایک طرف اسپین میں اسلامی تہذیب بام عروج پر تھی، تو دوسری طرف مغرب میں علمی مراکز چند برجوں سے عبارت تھے، جن میں ان پڑھ اور غیر مہذب حکمراں رہتے تھے، جنہیں اپنے ناخواندہ ہونے پر فخر تھا، اور یورپ میں تعلیم یافتہ طبقہ جاہل اور نادار راہبوں پر مشتمل تھا"۔

رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) اپنی کتاب (TheMaking of Humanity) میں لکھتا ہے:

"یورپ کی ترقی کا کوئی ایسا پہلو نہیں، جس پر اسلامی تمدن کا احسان اور اس کے نمایاں آثار کی گہری چھاپ نہ ہو"۔

آگے چل کر لکھتا ہے: "صرف طبعی علوم ہی (جن میں عربوں کا احسان مسلّم ہے) یورپ میں زندگی پیدا کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں، بلکہ اسلامی تمدن نے یورپ کی زندگی پر بہت عظیم الشان اور مختلف النوع اثرات ڈالے ہیں اور اس کی ابتداء اسی وقت سے ہوجاتی ہے، جب اسلامی تہذیب وتمدن کی پہلی کرنیں یورپ پر پڑنی شروع ہوتی ہیں"۔

آج مغرب کے ارباب علم مسلمانوں کو جہالت کا طعنہ دے رہے ہیں، یہ جہالت اگر ہے تو ان کی ظالمانہ سیاست کا نتیجہ، جس پر یورپی سامراجیوں نے ایک صدی یا دو صدی کی حکمرانی کے درمیان عمل کیا، حقیقت یہ ہے کہ مغربی طاقتوں نے ہی مسلمانوں کے ملکوں میں ایسے حالات پید کیے جن سے علم وترقی کی راہوں میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں، انہوں اپنے سامراجی عہد میں حصول علم کے راستے میں روڑے اٹکائے، اور جہاں تک ممکن ہوسکا مغلوب اور مظلوم قوموں کو اپنے سامراجی مفادات کی خاطر کسب علم سے دور رکھا، خود اپنی جہالت اور ناخواندگی کے تاریک دور پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، مغربی دانشور یونانیوں کو سرچشمۂ علوم بتا رہے ہیں، لیکن یہ نہیں بتاتے کہ ان کی تصنیفات چھ سو سال تک اسکندریہ، ایتھنز اور قسطنطنیہ کی بوسیدہ عمارتوں میں مقفل پڑی رہیں، اور بالآخر ان کو طاق نسیاں سے مسلمانوں ہی نے نکالا، ان کے عربی ترجمے کیے، یہی ترجمے یورپ کی نشأۃ ثانیہ میں اہل یورپ تک پہونچے اور ان کے لیے مشعل راہ بنے، آج اس بات کی بھرپور کوشش ہورہی ہے کہ بیداری سے پہلے اسلامی سرچشموں سے یورپ کے استفادہ اور کسب فیض کو چھپایا جائے، یہ روش تاریخ سے ناواقفیت یا حقیقت سے چشم پوشی پر مبنی ہے، جبکہ بعض انصاف پسند مغربی فضلاء اس میدان میں مسلمانوں کے احسان اور فضل کا اعتراف کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

'تفسیر ماجدی' اور 'تاریخ دعوت وعزیمت' کی دیدہ زیب طباعت

تفسیر ماجدی	اول	پہلی منزل	سورۃ الفاتحہ تا سورۃ النساء	550/-
تفسیر ماجدی	دوم	دوسری منزل	سورۃ المائدۃ تا سورۃ التوبہ	400/-
تفسیر ماجدی	سوم	تیسری منزل	سورۃ یونس تا سورۃ النحل	350/-
تفسیر ماجدی	چہارم	چوتھی منزل	سورۃ بنی اسرائیل تا سورۃ الفرقان	400/-
تفسیر ماجدی	پنجم	پانچویں منزل	سورۃ الشعراء تا سورۃ یٰس	400/-
تفسیر ماجدی	ششم	چھٹی منزل	سورۃ الصّٰفّٰت تا سورۃ الحجرات	400/-
تفسیر ماجدی	ہفتم	ساتویں منزل	سورۃ قٓ تا سورۃ الناس	500/-

از مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

کل میزان:-/3,000

ہدیہ ڈاک مصارف کے ساتھ صرف:-/2,000

تاریخ دعوت وعزیمت	اول	کل صفحات:400	300/-
تاریخ دعوت وعزیمت	دوم	کل صفحات:408	300/-
تاریخ دعوت وعزیمت	سوم	کل صفحات:296	250/-
تاریخ دعوت وعزیمت	چہارم	کل صفحات:408	300/-
تاریخ دعوت وعزیمت	پنجم	کل صفحات:342	250/-

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

کل میزان:-/1400

ہدیہ ڈاک مصارف کے ساتھ صرف:-/850

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

ندوہ کیمپس، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر 0522-2741539، موبائل نمبر 9889378176

ای میل airpnadwa@gmail.com

STATE BANK OF INDIA (MAIN BRANCH LUCKNOW)

IFS Code SBIN0000125 A/C No 10863759700

ACADEMY OF ISLAMIC RESEARCH& PUBLICATIONS

تذکیر واصلاح

آخری قسط

معلم کے آداب واخلاق

تحریر: امام نووی علیہ الرحمہ ترجمہ: عبدالرشید ندوی

۳- تیسری قسم کے آداب وہ ہیں جن کا تعلق فن تدریس وتعلیم سے ہے۔

یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ تعلیم ہی وہ بنیاد ہے جس پر دین کی عمارت قائم ہوتی ہے، اس کے ذریعہ سے علم شریعت کا تحفظ ہوتا ہے، لہٰذا تعلیم دین کے اہم امور میں داخل ہے، اور بڑی عبادت ہے، علماء نے اس کو فرض کفایہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ" [آل عمران: ۱۸۷] (اور (وہ وقت قابل ذکر ہے) جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ کتاب کو پوری طرح ظاہر کردینا (عام) لوگوں پر اور اسے چھپانا مت) اور ایک جگہ ارشاد ہے: "اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتَابِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ" [البقرۃ: ۱۵۹] (بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو ہم کھلی ہوئی نشانیوں اور ہدایت میں سے نازل کر چکے ہیں، بعد اس کے کہ ہم اسے لوگوں کے لیے کتاب (الٰہی) میں کھول چکے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان پر لعنت کرتا ہے، اور ان پر لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں)۔

صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیبلغ منکم الشاهد الغائب" [متفق علیہ عن ابی بکرۃ] اس مفہوم کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں اور امت کا اس پر اجماع بھی ہے لہٰذا معلم کے لیے ضروری ہے کہ اپنی تعلیم سے اللہ کی رضا طلب کرے اور اس کو دنیوی اغراض کا ذریعہ نہ بنائے، اس کو اپنے ذہن میں یہ بات ملحوظ رکھنا چاہئے کہ تعلیم وتدریس اہم ترین عبادت اور عظیم طاعت ہے، تقرب الی اللہ کا بڑا وسیلہ ہے، تاکہ یہ اس کے لیے اخلاص نیت کا باعث ہو اور ریاکاری بدنیتی، شہرت طلبی، اور اخلاص وللّٰہیت کے منافی تمام اعمال سے حفاظت ہوسکے کہ عظیم فضل اور بڑی خیر ہاتھ سے نہ چلی جائے، لیکن علماء نے اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مدرس کو چاہیے کہ کسی ایسے شخص کو علم سکھانے سے گریز نہ کرے جس کی نیت خالص نہ ہو کیونکہ بعد میں بھی نیت کے درست ہونے کی امید ہے کہ بسا اوقات مبتدی طلبہ کے لیے کم علمی اور ناواقفیت کی وجہ سے تصحیح نیت اور اخلاص دشوار ہوتا ہے، لہٰذا اگر ایسے لوگوں کو تعلیم نہیں دی جائے گی تو یہ بات بڑے علمی خسارے اور نقصان کا سبب بنے گی، حالانکہ اس کی پوری امید اور قوی امکان ہے کہ علم کی برکت سے ان کے اندر اخلاص پیدا ہوجائے گا، بعض علماء نے فرمایا: "طلبنا العلم لغير الله فأبى أن يكون إلا لله" ہم نے علم اللہ کے علاوہ کے لیے طلب کیا لیکن اس نے اللہ کا ہونا ہی گوارا کیا، یعنی نتیجتاً تقویٰ اور اخلاص پیدا ہوگیا۔

معلم کے لیے یہ بھی اہم ہے کہ وہ طالب علم کو بتدریج دینی آداب اور اخلاق حسنہ کی نصیحت کرے باطنی وظاہری امور میں اس کی تربیت کرے، سب سے پہلے تو اس کو اپنے اقوال و افعال اور احوال سے اخلاص وللّٰہیت، دل کی صفائی، باطن کی پاکیزگی، تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی ترغیب دے، اور موت تک اسی پر قائم رہنے کی تاکید کرے، اور اس کو سمجھائے کہ اس سے اس پر علم کے دروازے وا ہوں گے، شرح صدر کی دولت نصیب ہوگی، اس کے دل سے علم وحکمت کے چشمے ابلیں گے، اور اس کے حال وقال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتوں کا نزول ہوگا، ہر آن توفیق ایزدی شامل حال ہوگی، اسی طرح اس کو زہد پر ابھارے، دنیا طلبی اور مادیت کے فریب سے ڈرائے، اس کو یہ یاد دلاتا رہے کہ یہ دنیا فانی ہے اور آخرت دائمی وسرمدی ہے، فانی سے اعراض کرنا اور باقی کی فکر کرنا اہل دانش کا شیوہ ہے، اور اللہ کے نیک بندوں کا شعار ہے، اسی طرح سے اسے علم کی ترغیب دے، علم کے فضائل سے واقف کرائے، علماء کی فضیلت اس کے سامنے بیان کرے کہ وہ وارثین انبیاء اور نائبان رسول ہیں، دین کے اس رتبہ پر فائز ہیں جس سے بڑا کوئی رتبہ نہیں۔

معلم کے لیے یہ بھی اہم اور ضروری ہے کہ وہ اپنے طالب علم پر شفقت اور مہربانی کرے، اس کی مصلحت کا پورا خیال رکھے جیسا کہ وہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کی مصلحتوں کا خیال رکھتا ہے، اس کے ساتھ شفقت ومحبت نرمی وخیر خواہی کا معاملہ کرنے، اس کی غلطی وکوتاہیوں کو برداشت کرنے میں اس کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے اور کبھی اس سے بھول چوک، غلطی وکوتاہی، یا بے ادبی ہوجائے تو اس کو معاف کردے، اسی طرح

سے اس کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور اس کے نقصان کو بھی ایسے ہی ناپسند کرے جیسا کہ اپنے نقصان کو ناپسند کرتا ہے، صحیحین کی روایت میں ہے "لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه" کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے "أكرم الناس على جليسي لو استطعت أن لا يقع الذباب عليه لفعلت" [خرائطی کی مکارم الاخلاق اور خطیب کی الفقیہ والمتفقہ] یعنی میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وپسندیدہ اور عزیز میرا شاگرد وہم نشیں ہے، اس کی تکلیف مجھے قطعاً گوارا نہیں، حتی کہ اس پر مکھی بیٹھنے سے بھی مجھے ملال ہوتا ہے۔

اس کو چاہیے کہ علم سکھانے میں سخاوت و دریادلی سے کام لے، طالب علم کے ساتھ تدریس میں سہولت اور نرمی کا رویہ اختیار کرے، نفع پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑے، اہم چیزوں کی طرف رہنمائی کرتا رہے، اس کو قیمتی فوائد نوٹ کرنے اور یاد کرنے پر ابھارتا رہے، کوئی علم جس کی اسے ضرورت ہو نہ چھپائے، جب کہ اس کے اندر اس کی صلاحیت ہو، اور ایسا کوئی مسئلہ اس کو نہ سمجھائے جس کا وہ اہل نہ ہو یا جو اس کی سطح سے بلند ہو، تاکہ اس کے لیے تشویش کا باعث نہ بنے، اگر طالب علم اس طرح کے مسائل کے بارے میں سوال کرے تو اس کو جواب نہ دے اور سمجھادے کہ یہ چیز اس کے لیے نفع بخش نہیں ہے، بلکہ نقصاندہ ہے، اس کو یہ باور کرادے کہ یہ مسئلہ نہ بتانا اس کی جانب سے بطور بخل نہیں بلکہ بتقاضائے حکمت ہے۔

اس کو چاہیے کہ اپنے طلبہ کے سامنے تکبر سے پیش نہ آئے اور نرمی وتواضع کا برتاؤ کرے، کیونکہ مسلمانوں کو عام لوگوں کے ساتھ بھی تواضع کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ" (مومنوں کے لیے اپنے بازو بچھادو) عیاض بن حمارؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إن الله أوحى إلى أن تواضعوا" (اللہ نے مجھے وحی کی ہے کہ اے مومنو! تواضع اختیار کیا کرو)۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ما نقصت صدقة من مال وما زاد الله عبداً بعفو الا عزاً، وما تواضع أحد لله إلا رفعه الله" [مسلم وترمذی] (صدقہ کرنے سے مال نہیں گھٹتا اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندہ کی عزت کو بڑھا دیتا ہے، اور جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلندی عطا فرماتا ہے)۔ جب عام لوگوں کے لیے تواضع کا یہ حکم ہے تو پھر ان طلبہ کے ساتھ تو بدرجۂ اولیٰ ہوگا، جو کہ اس کی اولاد کی طرح ہیں، جو اس کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے ہیں، اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ: "لينوا لمن تعلمون ولمن تتعلمون منه" (یہ حدیث خطیب کی الفقیہ والمتفقہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً آئی ہے، عراقی نے احیاء کی تخریج میں اس کی سند کو ضعیف کہا ہے) یعنی جس کو سکھاؤ اس سے بھی نرمی برتو اور جس سے سیکھو اس کے سامنے بھی تواضع سے پیش آؤ، فضیل بن عیاض کا قول ہے: "ان الله يحب العالم المتواضع ويبغض العالم الجبار ومن تواضع لله تعالىٰ ورثه الحكمة" (اللہ تعالیٰ متواضع عالم کو پسند فرماتا ہے، اور متکبر عالم کو ناپسند فرماتا ہے، جو اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے، اللہ اس کو حکمت سے نوازتا ہے)۔

اس کو چاہیے کہ طلباء کو سکھانے کا حریص وفکرمند ہو، تعلیم وتدریس کو اپنی ضرورتوں اور مصلحتوں پر ترجیح دیتا ہو، جب طلباء اس کے پاس درس کے لیے آئیں تو ان کا خیر مقدم کرے، خندہ پیشانی اور شگفتہ روئی سے پیش آئے، اپنے علم، مال اور وجاہت سے حسب سہولت ان کو فائدہ پہنچاتا رہے، جو طالب علم باکمال ہو اس کا نام لے کر نہ پکارے، بلکہ ادب سے پکارے۔ حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو بطور عزت واحترام کنیت سے پکارتے تھے: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكنى أصحابه إكراماً لهم" [الفقیہ والمتفقہ] اپنے طلبہ کی خبر گیری کرے، ان کے حالات سے واقف ہو، اگر کوئی طالب علم حاضر نہ ہوسکے تو اس کے متعلق دریافت کرے، سبق ان کو اچھی طرح سمجھائے، درس کو ان کے ذہن سے قریب کرنے کی انتہائی کوشش کرے، ان کی ہدایت کی فکر میں لگا رہے، ہر ایک کو اس کی سمجھ کے مطابق سمجھائے، نہ افراط کرے نہ تفریط، اگر طالب علم سمجھدار ہو تو اشارے وکنایے پر اکتفا کرے اور اگر متوسط ہو تو وضاحت سے کام لے، تکرار کی ضرورت ہو تو اپنی بات مکرر کرے، مثالوں سے احکام کی وضاحت کرے، جو دلیل کو نہ سمجھ سکے اس کے سامنے دلیل کو ذکر نہ کرے، اور جو اس کی اہلیت رکھتا ہو اس کے سامنے دلائل بھی بیان کرے، اعتراض ذکر کرے اور اس کو جواب دے، ضعیف دلیل کی جانب بھی اشارہ کردے تاکہ کوئی اس سے دھوکہ

نہ کھائے، مثلاً یہ کہے کہ ہمارے علماء نے اس مسئلہ میں اس دلیل سے استدلال کیا ہے، حالانکہ وہ ضعیف ہے، اور پھر قابلِ اعتماد دلیل بیان کرے، اس کے سامنے مفید اصول وضوابط، امثال وحکم، اشعار وابیان اور ادبی ولغوی نکات بھی بیان کرے، اور اگر کسی مصنف سے اس میں کوئی غلطی ہوئی ہو تو اس کی نشاندہی کردے، مثلاً اس طرح کہے کہ یہی صحیح ہے، اور جو بات فلاں کتاب کے مصنف نے ذکر کی ہے وہ غلط یا ضعیف ہے، اس سے مقصد خیر خواہی ہوتا کہ اس کو دھوکہ نہ ہو، نہ کہ اس مصنف کی تنقیص وتحقیر۔

اس طرح سے بتدریج فقہی مسلک کے قواعد و کلیات بھی بیان کرے مثلاً: "الحدود تسقط بالشبهة"، "الأمين اذا فرط ضمن"، "النكاح والنسب مبنيان على الاحتياط"، "الرخص لاتناط بالمعاصي" اسی طرح سے اصول فقہ، قیاس، عموم وخصوص، مجمل ومفصل، ناسخ ومنسوخ کی بھی وضاحت کردے، اس کے سامنے مشہور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور علماء سلف رحمہم اللہ کے نام و نسب، کنیت اور ان کی مؤثر حکایات وواقعات بیان کرے، جو لغوی الفاظ درس میں بار بار استعمال ہوتے ہوں ان کے ضبط وتحقیق کا خیال رکھے، مثلاً یہ بتائے کہ یہ مفتوح ہے یا مضموم یا مکسور، مخفف ہے یا مشدد، عربی ہے یا عجمی، منصرف ہے یا غیر منصرف، مشتق ہے یا جامد، اس میں کوئی دوسری لغت ہے یا نہیں، اسی طرح سے صرف کے قواعد وکلیات بھی بیان کرے، مثلاً جس کا ماضی فعل بفتح الفاء، اور بکسر العین ہو تو اس کا مضارع یفعل بفتح العین آتا ہے سوائے چند افعال کے۔

اس طرح ان کو ہمہ وقت علم میں مشغول رہنے کی ترغیب دیتا رہے، اور وقتاً فوقتاً اپنی یاد کی ہوئی چیزوں کو دہرانے کی طرف توجہ دلائے، جو اہم مسائل بتائے ان کے بارے میں سوالات کرے، جس طالب علم کو یاد ہو اور اچھا جواب دے اس کی ہمت افزائی کرے اور تعریف کرے اور سب کے سامنے اس کی بڑائی بیان کرے الا یہ کہ عجب کا اندیشہ ہو، اور اگر کسی کی کوتاہی سامنے آئے تو اس کو ملامت کرے الا یہ کہ اس کے بدکنے اور دور ہونے کا خدشہ ہو، اور اپنے درس کو دہراتا رہے تا کہ طالب علم کو پختہ یاد ہوجائے، طلبہ سے اگر کسی مسئلہ میں بحث ہو تو انصاف پسندی کا دامن نہ چھوڑے اور اگر کسی طالب کی جانب سے کوئی فائدے کی بات سامنے آئے تو اس کا اعتراف کرے اگرچہ وہ کم سن ہو، کسی طالب علم سے حسد نہ کرے، کیونکہ حسد تو عام لوگوں سے بھی حرام ہے، تو پھر طالب علم سے حسد کتنا مذموم اور قبیح ہوگا، جو اس کے لڑکے کی طرح ہے، اور جس کے فضل وکمال کا سہرا اسی کے سر بندھے گا، کیونکہ اس نے اس کی تعلیم وتربیت کی ہے، جس کا اس کو آخرت میں بڑا اجر وثواب ملے گا اور دنیا میں مسلسل اس کے لیے دعا اور تعریف ہوگی۔

اس کو چاہیے کہ جب کئی طلبہ اکٹھا ہوجائیں تو "السبق فالاسبق" کا خیال رکھے اور ایک طالب علم کو ایک درس سے زیادہ نہ دے اگر درس میں کسی چیز کی صراحت کرنا ضروری ہو تو حیا اس میں مانع نہ بنے، کیونکہ مسئلہ کو واضح کرنا اس سے زیادہ اہم ہے۔ اشارے وکنایے اس وقت پسندیدہ ہوتے ہیں جبکہ مسئلہ واضح ہو، استاذ کو وقف اور وصل کی جگہوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ کہاں رکنا ہے اور کہاں جملے کو ملا کر بولنا ہے، جب درسگاہ میں پہنچے تو دو رکعت نماز ادا کرے اگر مسجد ہو تو اس کی تاکید اور بڑھ جاتی ہے، قبلہ رو ہو کر باوضو چہار زانو بیٹھے یا اور کسی بھی نشست کو اختیار کرسکتا ہے، وقار اور سنجیدگی کے ساتھ بیٹھے، کپڑے صاف ستھرے اور سفید ہوں، جن میں نہ افراط ہو اور نہ تفریط۔

اپنے ہم نشینوں (شاگردوں) کے ساتھ اخلاق کا معاملہ کرے، اہلِ فضل وکمال کی تعظیم و توقیر کرے، ان کو اونچی جگہ بٹھائے، ان کے احترام میں کھڑے ہونے کی ضرورت ہو تو کھڑا ہوجائے، باقی تمام طلبہ کے ساتھ بھی شفقت و محبت کا معاملہ کرے، اس کو چاہیے کہ عبث حرکتوں سے گریز کرے، جیسا کہ بغیر ضرورت ادھر ادھر دیکھنا، حاضرین کی طرف بقدر ضرورت درمیانی التفات کرے، اور اونچی جگہ بیٹھے کہ سب لوگ اس کو دیکھ سکیں، درس کے پہلے کچھ قرآن کریم کی تلاوت کرے، پھر بسم اللہ پڑھے، اللہ کی حمد وثنا بیان کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کا نذرانہ پیش کرے، علماء اسلاف اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے پھر یہ پڑھے: "حسبنا الله و نعم الوكيل ولا حول و لا قوة الا بالله العظيم، اللهم اني أعوذبك من أن أضل أو أضل أو أزل أو أزل أو أظلم أو أظلم أو أجهل أو يجهل علي"۔

اگر کئی درس دینا ہوں تو ان کی اہمیت کے مطابق ترتیب کا خیال رکھے، پہلے تفسیر پھر حدیث پھر اصولین پھر فقہ پھر علم کلام۔ دکھ، بیماری، اضطراب، بھوک، استنجاء کے تقاضہ، انتہائی خوشی یا غم کی حالت میں درس نہ دے، اپنی مجلس اتنی لمبی نہ کرے کہ طلبہ اکتا جائیں یا ان کو سمجھنے اور ضبط کرنے میں دشواری ہو، اس لیے کہ مقصود ان کو سمجھانا اور نفع پہنچانا ہے، اور جب ان کے اندر

اکتاہٹ یا ذہنی انتشار ہوگا تو یہ مقصود فوت ہو جائے گا، اپنی مجلس کو وسیع رکھے، آواز ضرورت سے زیادہ بلند نہ ہو اور نہ اتنی پست کہ طلبہ سمجھنے میں دشواری محسوس کریں، اپنی مجلس کو لایعنی چیزوں سے پاک رکھے، بحث ومباحثہ میں طلبہ کو بے ادبی سے منع کرے، اگر اس طرح کی کوئی بات ظاہر ہونے لگے تو حسن تدبیر سے موضوع کو بدل دے قبل اس کے کہ وہ طول پکڑے، ان کو سمجھائے کہ ہمارا مرجع ہونا اللہ کے لیے ہے، اس لیے ہمیں لڑائی جھگڑے بغض وکینہ اور اصرار وعناد سے دور رہنا چاہیے، بلکہ اخوت ومحبت ہمارا شعار ہونا چاہیے، افادہ اور استفادہ ہمارا مقصود ہونا چاہیے، حق پسندی اور صدق گوئی ہمارا نشان ہونا چاہیے، اگر کوئی طالب علم عجیب وغریب سوال کرے تو اس کا مذاق نہ اڑائے، اور اگر ایسا سوال کیا جائے جس کے بارے میں وہ نہ جانتا ہو، یا درس میں کوئی ایسا مقام آئے جس کو وہ نہ سمجھ سکے تو بے تکلف کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم یا مجھے اس کی تحقیق نہیں، اس میں عار محسوس نہ کرے، کیونکہ یہ عالم کے علم کی دلیل ہے کہ جس بات کو نہ جانے کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم واللہ اعلم ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: يا أيها الناس من علم شيئاً فليقل به، ومن لم يعلم فليقل: الله أعلم فان من العلم أن يقول لما لا يعلم الله أعلم، قال الله تعالىٰ لنبيه صلى الله عليه وسلم: "قل ما أسئلكم عليه من أجر وما أنا من المتكلفين" یعنی اے لوگو! تم میں سے اگر کسی کو کچھ معلوم ہو تو اس کو بتائے اور جس کو نہ معلوم ہو تو وہ کہہ دے کہ "اللہ اعلم" کیونکہ یہ بھی علم ہے کہ آدمی جس مسئلہ کو نہیں جانتا اس کے بارے میں کہہ دے اللہ اعلم، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ فرمادیجیے کہ میں تم سے اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا ہوں اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ [رواہ البخاری]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نهينا عن التكلف" [بخاری] یعنی ہمیں تکلف کرنے سے منع کیا گیا، علماء نے فرمایا کہ عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ کو "لا ادری" کہنے کا عادی بنائے، یعنی خود بھی اس کو زیادہ استعمال کرے تاکہ طلبہ اس کو سیکھیں، اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ علماء نے فرمایا کہ "لا ادری" کہنا عالم کے مرتبے کو نہیں گھٹاتا ہے، بلکہ یہ اس کے رتبے کی بلندی، تقویٰ واحتیاط اور فضل وکمال کی بین دلیل ہے کیونکہ چند مسائل کا نہ معلوم ہونا اس کے لیے کوئی مضر نہیں، "لا ادری" کہنے سے تو وہ آدمی شرماتا ہے، جس کا علم تھوڑا معرفت کمزور اور صلاحیت کمتر ہوتی ہے، اور جو خوف خدا سے عاری ہوتا ہے، اس لیے کہ وہ ڈرتا ہے کہ اس سے اس کی کوتاہی سامنے آئے گی اور حاضرین کے سامنے بے حیثیت ہوجائے گا، حالانکہ یہ اس کی جہالت ہے کیونکہ جب وہ ایسے مسئلے میں جواب دینے کی جرأت کرے گا جو اسے نہیں معلوم تو اس کے اوپر بڑا وبال ہوگا اور اس سے اس کی کوتاہی پر پردہ نہیں پڑے گا، بلکہ یہ اس کی کمزوری کا واضح ثبوت ہوگا، لوگ کہیں گے کہ ہم نے بڑے بڑے محققین کو بسا اوقات لا ادری کہتے ہوئے پایا ہے، اور یہ کوتاہ شخص لا ادری نہیں کہتا، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ علماء اپنے علم وتقویٰ کی وجہ سے محتاط رویہ اختیار کر رہے تھے اور یہ شخص اپنی جہالت وبے دینی کی وجہ سے اپنے کو خطرہ میں ڈال رہا ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ذلیل ہوگا اور اس کی کمزوری سب کے سامنے عیاں ہوجائے گی، صحیح حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "المتشبع بما لم يعط كلابس ثوبي زور" [متفق علیہ عن اسماء] یعنی ایسی چیز کا اظہار کرنے والا جو اس کے پاس نہ ہو جھوٹ کا لباس پہننے والے کی طرح ہے۔

تنبیہ: معلم کو چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ کے سامنے مسائل چھیڑے اور ان کے علم وفہم کا امتحان لے، صاحب فضل کا فضل ظاہر کرے اور اس کی تعریف کرے تاکہ اس کی ہمت افزائی ہو، اور دوسرے لوگوں کو محنت کرنے کی ترغیب ملے، نیز اس سے ان کی علمی مشق اور تربیت بھی ہوگی، اگر کسی طالب علم سے غلطی ہو تو اس کو ملامت نہ کرے الا یہ کہ اس میں کوئی مصلحت سمجھے، جب درس سے فارغ ہو تو ان کو دہرانے کا حکم دے تاکہ سبق ان کے ذہن میں راسخ ہوجائے اور اگر کوئی اشکال ہو تو اس کو حل کرلیں۔

مدرس کے لیے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اگر اس کا شاگرد کسی دوسرے استاذ سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے استفادہ کرتا ہے تو اس سے تکلیف محسوس نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ جاہل و نادان مدرسین اس مرض میں مبتلا ہیں، اور یہ بات اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ تعلیم سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں ہے، ہاں، اگر وہ دوسرا استاذ فاسق یا بدعتی ہو یا اور کسی انحراف کا شکار ہو تو طالب علم کو اس سے چوکنا کردے تاکہ وہ اس کے دھوکے میں نہ آئے۔ [ماخوذ از: "المجموع شرح المهذب": ۱/۲۸-۳۵]

☆☆☆☆☆

عالم اسلام

سوڈان: قومی کانگریس کا اجتماع عام

عبدالغفار عزیز

۲۳ سے ۲۵/ اکتوبر ۲۰۱۴ء تک سوڈان کے دارالحکومت میں حکمراں جماعت ''قومی کانگریس'' کا اجتماع عام منعقد ہوا، یہ پہلا موقع تھا کہ ۱۵ برس قبل اس سے الگ ہو کر اپنی نئی جماعت بنا لینے والے اس کے بانی سربراہ جناب ڈاکٹر حسن الترابی بھی نہ صرف اجتماع میں شریک ہوئے بلکہ انھوں نے اس سے خطاب بھی کیا، انھوں نے اپنی گفتگو میں جب کہا کہ نہ تو یہ پارٹی، اس کا نظام، اس کے اہداف و مقاصد میرے لیے نئے ہیں اور نہ آپ میں سے اکثر شرکاء ہی، تو پورے اجتماع میں آنسوؤں اور نعروں کا ملاپ دکھائی دیا، ۱۵ برس کی دوری اور اختلافات کے بعد اکثر شرکاء کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ وہ ۸۲ سالہ ترابی صاحب کو براہ راست دیکھ اور سن پا رہے تھے، ترابی صاحب نے بھی اس عرصے کا اکثر حصہ یا تو جیل میں گزارا یا پھر حکومت اور حکومتی جماعت کی شدید مخالفت میں۔

حالیہ اجتماع عام کی سب سے اہم اور خوش کن حقیقت یہی تھی کہ نہ صرف ترابی صاحب بلکہ اکا دکا کے علاوہ باقی تمام پارٹیوں کے مابین ایک قومی یک جہتی کی فضا قائم ہو چکی ہے، گذشتہ جنوری میں شروع ہونے والے اس قومی مذاکراتی عمل کا سہرا، صدر عمر بشیر اور ان کے ساتھیوں کے سر جاتا ہے، اس دوران کل جماعتی اور دو جماعتی مذاکرات کے کئی دور ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، امید کی جا سکتی ہے کہ مختلف امور پر اختلافات رکھنے کے باوجود اب تمام جماعتوں کے مابین تعاون اور مثبت و تعمیری اپوزیشن کا ایک نیا دور شروع ہو سکے گا، اس وقت صرف ایک مؤثر جماعت نے خود کو اس عمل سے خارج رکھا ہوا ہے اور وہ ہے سابق وزیر اعظم صادق المہدی صاحب کی جماعت 'حزب الأمة' خود صادق المہدی صاحب ناراض ہو کر قاہرہ جا بیٹھے ہیں، جنرل سیسی کے زیر سایہ جا بیٹھنا خود ایک پوری کہانی بیان کرتا ہے۔

حکمران جماعت 'المؤتمر الوطنی' یا قومی کانگریس، تحریک اسلامی سوڈان کا سیاسی بازو ہے، تحریک اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں 'الحركة الإسلامية' کے نام سے جاری ہیں، 'المؤتمر الوطنی' میں شرکت و شمولیت نسبتاً آسان عمل ہے، تقریباً پونے چار کروڑ کی آبادی میں اس کے ارکان کی تعداد اس وقت تقریباً پونے سات لاکھ ہے، پارٹی دستور کے مطابق ہر پانچ سال بعد اس کا تین روزہ اجتماع عام ہوتا ہے، اسی میں خفیہ رائے دہی کے ذریعے پارٹی کے صدر اور ۴۰۰ رکنی مجلس شوریٰ کا انتخاب عمل میں آتا ہے، تین روزہ اجتماع عام بنیادی طور پر نمایندگان کا اجتماع ہوتا ہے، اس سے پہلے تقریباً چھ ماہ کے دوران بنیادی یونٹس کے ۱۸ ہزار اجتماع عام ہوتے ہیں، ان میں نمائندگان منتخب ہونے والے ارکان ۱۲ ہزار مقامی اجتماعات منعقد کرتے ہیں، پھر ۱۰۷ ضلعی اجتماع عام ہوتے ہیں، اور بعد ازاں ۱۸ صوبائی اجتماع مرکزی اجتماع عام کے لیے نمایندگان کا انتخاب کرتے ہیں، اس کے علاوہ سات اجتماع شعبہ جاتی بھی ہوتے ہیں جن میں خواتین، نوجوان، مزدور، کسان اپنے نمائندگان منتخب کرتے ہیں، اس طرح بالآخر ۶ ہزار نمائندگان کا یہ اجتماع عام حتمی صورت اختیار کر جاتا ہے۔

حالیہ اجتماع عام کا ایک اہم ترین فیصلہ نئی مجلس شوریٰ، پارٹی سربراہ کے انتخاب کے علاوہ اپریل ۲۰۱۵ء میں ہونے والے ملک کے صدارتی انتخاب کے لیے اپنا نمائندہ منتخب کرنا بھی تھا، یہ کوئی سنی سنائی یا ذرائع ابلاغ کی بات نہیں بلکہ بعض معاملات میں صدر عمر بشیر سے اختلاف رکھنے والے اہم پارٹی رہنماؤں نے بھی بتایا کہ صدر عمر بشیر کسی صورت آئندہ صدارتی امیدوار نہیں بننا چاہتے تھے، انھوں نے جماعت کی مجلس شوریٰ کے سامنے حتمی معذرت کر دی تھی، شوریٰ نے بھی ان کی بات پر پوری سنجیدگی سے غور کیا، لیکن پھر اس نتیجے تک پہنچی کہ موجودہ علاقائی، بین الاقوامی اور ملکی حالات میں ان کی معذرت قبول نہیں کی جا سکتی، خفیہ رائے دہی ہوئی اور مجلس شوریٰ نے عمر حسن بشیر ہی کو آئندہ صدارتی امیدوار قرار دیا، شوریٰ کا فیصلہ آنے کے بعد بعض مقامی ذرائع ابلاغ اور بالخصوص علاقائی ذرائع ابلاغ نے اس فیصلہ پر کڑی تنقید شروع کر دی، پارٹی کے اندر سنگین اختلافات کی خبریں چلانا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ اجتماع عام کے دوران جماعت ۱۵ برس بعد ایک بار پھر تقسیم ہو جائے گی، خود صدر عمر بشیر نے تین روزہ اجتماع کے اختتامی خطاب میں ان خبروں اور پروپیگنڈے کا ذکر کیا، ان کا کہنا تھا کہ: ''بعض دوستوں نے ہمیں یہاں تک مشورہ دیا کہ آپ اجتماع عام منسوخ کر دیں، اجتماع ہوا تو اختلافات پھوٹ پڑیں گے اور شوریٰ کے فیصلوں سے بغاوت کر دی جائے گی، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے اختلافات کی آرزو رکھنے والوں کی خواہش کے برعکس ہم پہلے سے بھی زیادہ یکسو ہو کر جا رہے ہیں''۔ ان کے خطاب سے قبل کانفرنس سیکریٹریٹ کی جانب سے نتائج کا اعلان کیا گیا کہ خفیہ رائے دہی کے ذریعے ۹۳ فیصد نمائندگان نے صدر عمر بشیر ہی کو پارٹی کا آئندہ سربراہ اور صدارتی امیدوار منتخب کیا ہے۔

صدر بشیر کو اپنے دور اقتدار میں سنگین خطرات اور چیلنجوں کا سامنا رہا ہے، خود پارٹی کے بانی صدر اور اصل فکری رہنما ڈاکٹر حسن الترابی سے اختلافات اب بھی سنگین تر ہیں، جنوبی سوڈان میں ۲۲ سال تک جاری رہنے والی خانہ جنگی تقریباً تمام ملکی وسائل ہڑپ کرتی رہی، کئی بار دیگر پڑوسی ممالک کی طرف سے فوج کشی کروائی گئی، عرب اور مسلم ممالک نے قطع تعلق بلکہ محاصرہ کیے رکھا، جنوبی شورش سے نجات کے لیے دوبارہ ریفرنڈم کرواتے ہوئے غالب اکثریت کی رائے کے مطابق جنوب کو الگ کر دیا، تو کچھ ہی عرصے بعد مغربی علاقے دارفور میں بغاوت اور پڑوسی ممالک سے براہ راست مداخلت کروا دی گئی، چین کی مدد سے طویل جد وجہد کے بعد ملک میں پٹرول دریافت کیا گیا تھا، لیکن جنوبی علیحدگی کے بعد پٹرول کے سب کنویں انھیں دینا پڑے، اقتصادی حالت جو قدرے سنبھلنے لگی تھی، ایک بار پھر ڈھلوان پر آگئی، بین الاقوامی عدالتوں میں سوڈان اور اس کے صدر پر جنگی جرائم کے مقدمات قائم کر دیے گئے، عمر بشیر کو مجرم قرار دے دیا گیا، دھمکی دی گئی کہ کسی بھی بین الاقوامی سفر کے دوران انہیں گرفتار کر لیا جائے گا، امریکا اور اس کے حواریوں نے کڑی اقتصادی پابندیاں عائد کر دیں، جو آج بھی جاری ہیں، کئی عالمی بینک سوڈان کے ساتھ کوئی مالی معاملات نہیں کر سکتے، متعدد بار فوج کے اندر سے بغاوت کروانے کی کوشش کی گئی، دہشت گردوں کو پناہ دینے اور 'الشفا' نامی ادویات بنانے کے کارخانے میں کیمیائی ہتھیار بنانے کا الزام لگا کر خود امریکا حملہ آور ہو گیا، لیکن ایسے خطرات اور الزامات کے باوجود 'المؤتمر الوطنی' اور عمر بشیر کا تعمیری سفر جاری رہا۔

اقتدار و اختیار کے ایوانوں میں آنے اور ملک کے سیاہ و سفید کا مالک ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی شخص کرپشن کی ایک پائی کے قریب بھی نہ پھٹکے، چہار جانب اشارۂ ابرو کے منتظر رہنے والے جاں نثار ساتھیوں کے جلو میں رہنے کے باوجود، دل و دماغ میں تکبر کا خناس اپنی جگہ نہ بنا سکے، تو ایسا شخص یقیناً آج کا ولی اللہ کہلانے کا حقدار ہے، عمر بشیر ہی نہیں، ان کی جماعت کی غالب اکثریت نے خود کو ان دونوں آزمائشوں میں سرخرو ثابت کیا ہے، ویسے تو سوڈانی معاشرہ دیگر تمام عرب ملکوں کی نسبت انتہائی ملنسار، متواضع، بے تکلف اور باہم مربوط معاشرہ ہے، لیکن بالخصوص حکومتی ذمہ داران ہر شخص کی دسترس میں اور تقریباً ہر پروٹوکول سے بے نیاز ہیں، اب بھی صدر عمر بشیر ہی نہیں، ان کے کئی قریبی اور اہم ذمہ داران نے بذات خود وزارتیں اور مناصب چھوڑنے کا اعلان کیا ہے، ڈاکٹر حسن الترابی کے بعد جماعت کے فکری رہنما سمجھے جانے والے علی عثمان طٰہٰ طویل عرصے سے ملک کے نائب صدر اول تھے، خود انھوں نے اصرار کر کے اپنا عہدہ چھوڑ دیا ہے، تفصیلی ملاقات میں اس پارٹی اجلاس کا حال سنا رہے تھے، جس میں انہوں نے عہدہ چھوڑنے کا اعلان کیا، کہنے لگے کہ صدر بشیر نے جب مجلس کو میرے فیصلے سے آگاہ کیا، تو دیر تک میرے بارے میں بہت جذباتی انداز میں کلمات خیر و تحسین کہتے رہے، ان کی بات مکمل ہوئی تو ایک خاتون رکن کھڑی ہو کر کہنے لگیں: برادرم صدر صاحب! (صدر بشیر کو اسی طرح مخاطب کیا جاتا ہے: "الأخ الرئيس") آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اگر اسی طرح ہے، تو پھر بھلا الشیخ علی کو جانے ہی کیوں دیا؟ پوری مجلس زعفران زار ہو گئی اور صدر صاحب نے کہا: یہ بات خود الشیخ علی ہی سے پوچھیں۔

مناصب کو امانت و امتحان سمجھے جانے کی یہ ایمانی روح، رب ذوالجلال کی طرف سے تحریک اسلامی کے کارکنان کے لیے ایک عظیم انعام ہے، اجتماع عام کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے خود صدر عمر بشیر کا جملہ بھی ملاحظہ کیجیے: "المناصب في أعيننا أمانة وإنها يوم القيامة خزي وندامة" (ہماری نگاہ میں عہدے اور مناصب ایک امانت ہیں اور یہ عہدے قیامت کے روز رسوائی اور ندامت کا باعث بن سکتے ہیں)۔ یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک ہی سے ماخوذ ہے، جس کے آخر میں آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا: "إلا من أخذها بحقها وأدى الذي عليه فيها" (یہ عہدے روز قیامت رسوائی اور ندامت ہیں، الا یہ کہ ان پر فائز ذمہ داران ان مناصب کا حق ادا کریں اور ان کے مکمل تقاضے پورے کریں)۔

اندازہ یہی ہے کہ اپریل ۲۰۱۵ء میں ہونے والے انتخابات میں عمر حسن البشیر دوبارہ صدر

منتخب ہو جائیں گے، خود ان کی طرف سے کی جانے والی دستوری ترمیم کے بعد اب یہ ان کی آخری ٹرم ہوگی، پارٹی اور ملکی دستور میں انھوں نے ترمیم کروادی ہے کہ کوئی بھی صدر دو بار سے زیادہ منتخب نہیں ہو سکے گا، لیکن اصل سوال سوڈان کو درپیش خطرات و مسائل کا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہر دور میں اس کی نصرت اپنے ان مخلص بندوں کے شامل حال رہی ہے، ایک اہم ذمہ دار بتا رہے تھے کہ جنوبی سوڈان کا پٹرول چلے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملک میں برکتوں کے کئی نئے دروازے کھول دیے ہیں، زمین سونا اگلنے لگی ہے، فصلیں کئی گنا زیادہ پیداوار دینے لگی ہیں، اصل سونا بھی بڑی مقدار میں دریافت ہوا ہے، عام لوگ تھوڑی سی کھدائی کے بعد سونا نکال رہے ہیں، صرف گذشتہ برس میں ریاست نے اپنے عوام سے ۱۲ رارب ڈالر کا سونا خریدا ہے، ان کے بقول: ہمیں رزق کے بارے میں کبھی بھی پریشانی نہیں ہوئی، ہمیں یقین ہے کہ ہمیں صرف اخلاص کے ساتھ درست راستے پر چلنا اور کوشش کرنا ہے، رزق کا مالک تو رب العالمین ہے جس نے اپنی ایک صفت ''الرزاق'' بتائی ہے اور اپنی ساری مخلوق کے رزق کا ذمہ لیا ہے۔

اجتماع عام کے دوسرے روز شام کے سیشن میں بیرون ملک سے آئے مہمانوں کا خطاب تھا، اس میں ۴۵ ممالک سے درجنوں ذمہ داران شریک تھے، چین، شمالی کوریا، مراکش اور موریطانیہ کے اعلیٰ سطحی سرکاری وفد بھی شریک تھے، کئی اسلامی تحریکات کے ذمہ داران بھی شریک تھے، اکثر نے اپنے ملکی حالات کے علاوہ تحریکی صورت حال سے بھی آگاہ کیا، تیونس میں انقلاب کے بعد ۲۶ راکتوبر کو ہونے والے پہلے عام انتخابات سب کی توجہ اور دعائیں حاصل کر رہے تھے، افریقی ممالک سے آنے والے مہمان زیادہ تھے، سوڈانی ذمہ داران کے مطابق اپنے اکثر عرب احباب کی بے رخی کے باعث ہم نے بھی اپنی توجہ افریقی ممالک پر مرکوز کر دی ہے، ساتھ ساتھ عرب ممالک سے بھی ریاستی تعلقات بحال و مستحکم کرنے کی سعی جاری ہے، اسی ماہ صدر بشیر نے سعودی عرب اور مصر کا دورہ کیا ہے اور امید ہے کہ بہتر نتائج حاصل ہوں گے۔

مجھے بھی اس سیشن میں گفتگو کا موقع دیا گیا تو مختلف امور کا تفصیلی ذکر کیا، الحمد للہ شرکاء نے جواب میں انتہائی گرم جوشی اور محبت کا اظہار کیا۔

☆☆☆☆☆

جموں اینڈ کشمیر اسلامک ریسرچ سینٹر سری نگر کی دو اہم مطبوعات

رَبَّنَا

مرتبہ: عبدالرحمٰن کوندو

قرآن پاک کی وہ چالیس (۴۰) دعائیں جن میں ''رَبَّنَا'' کا لفظ آیا ہے، شروع میں اللہ جل شانہ کی ربوبیت پر مشتمل مفصل مقدمہ ہے، اور آخر میں مستند و معتبر تفاسیر کی روشنی میں ان سب دعاؤں کی تشریح درج کی گئی ہے، سائز ۳۰×۲۰ صفحات: ۱۱۲، اعلیٰ اور عمدہ کاغذ پر حنا کی چھپائی کے ساتھ۔

ہدیہ: ۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: ۱-الفرقان بکڈپو 114/31 نظیر آباد لکھنؤ، 18 فون: 0522-6535664

۲-مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء، لکھنؤ فون: 0522-2741539

واقعات کشمیر

از خواجہ محمد اعظم دیدہ مریؒ

اردو ترجمہ مع حواشی، توضیحات وتعلیقات

از پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

اس کتاب میں فاضل مؤرخ نے قبل از اسلام کے قدیم ہندو راجگان کشمیر کے حالات نہایت مختصر طور پر قلمبند کیے ہیں، لیکن مسلم سلاطین کے حالات قدرے تفصیل سے لکھے ہیں، نیز اپنے زمانے تک کے سادات، علماء، مشائخ، اولیاء اور شعراء کے حالات زندگی تحریر کیے ہیں۔

واقعات کشمیر ایک قابل قدر کتاب ہے، جو ہمیشہ سے ریسرچ اسکالروں، تاریخ کے طلبہ اور شائقین علم کے لیے ایک اہم تاریخی مرجع وماخذ کی حیثیت سے مقبول رہی ہے۔

سائز 8×30×20 صفحات 1064 فوٹو کے صفحات 16 انتہائی معیاری کاغذ، مضبوط جلد اور خوبصورت و حسین گرد وپیش سے مزین، تازہ ترین ایڈیشن قیمت -/Rs.1500

ملنے کا پتہ: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس

۳۱۰۸، گلی وکیل، کوچہ پنڈت لال کنواں، دہلی ۶، فون: 011-23216162

مرد مجاهد

ترکی: عالمی وعلاقائی سیاسی منظرنامہ

ارشاد الرحمٰن

علاقائی اور عالمی تبدیلیوں نے ترکی کو ایک فیصلہ کن موڑ پر لا کھڑا کیا ہے، اس کے لیے علاقائی اور عالمی سیاست میں کردار ادا کرنے کا انحصار کئی باتوں پر ہے:

۱-امریکا اور یورپی یونین کے تعلقات ترکی کے ساتھ کیا رخ اور نوعیت اختیار کریں گے؟ امریکا کی نسبت یورپی یونین کے ساتھ اچھے تعلقات برقرار رکھنا ترکی کی ترجیحات میں شامل ہے، لیکن اس کے باوجود امریکا کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۲-عرب ریاستیں عالمی جغرافیائی سیاست میں کلیدی اہمیت رکھتی ہیں، انھیں محض تیل اور گیس کے چشمے سمجھ کر ان کا سیاسی کردار متعین نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ عرب ممالک دنیا بھر کے نہایت اہم بحری محل وقوع پر واقع ہیں اور ترکی کو یہاں نفوذ کی بہر حال ضرورت ہے، اسی طرح اس خطے کے اندر ایران کا کردار بھی اہمیت رکھتا ہے، جس نے گذشتہ ۳۰ سال کے دوران متعدد ممالک، تحریکات اور سیاسی جماعتوں کے ساتھ اپنے روابط کا ایک گہرا نظام قائم کر لیا ہے، اس صورت حال میں ترکی اپنا یہ کردار عالمی طاقتوں کے ساتھ تصادم مول لے کر ادا نہیں کرنا چاہتا، قفقاز میں روسی اثر ونفوذ قائم ہے، البانیا اور بوسنیا میں وسطی یورپ کے ممالک اپنے اثرات رکھتے ہیں، لہٰذا ترکی عالم عرب کو اپنا ہدف بنائے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔

۳-حالیہ عرب انقلابات نے سیاسی اعتبار سے ترکی کے کردار کو ایک نمونے کے طور پر خطے میں اہم بنا دیا ہے، عرب علاقائی صورت حال نے ترکی کو یہ موقع بھی فراہم کر دیا ہے کہ وہ ایک تیسرے اور درمیانے فریق کی حیثیت سے عرب ممالک کے داخلی اختلافات کو حل کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

۴-اقتصادی لحاظ سے ترکی سرمایہ کاری کو عرب ممالک میں خسارے سے دوچار ہونا پڑا ہے، ۲۰۱۱ء کے ابتدائی تین ماہ کے دوران ترکی برآمدات مصر اور یمن میں ۲۴ فیصد، تیونس میں ۲۰ فیصد، لیبیا میں ۴۳ فیصد اور شام میں ۵ فیصد کم ہو گئی تھیں، لیبیا اور شام کے حالات زیادہ خراب ہونے کی بنا پر اس شرح میں مزید کمی ہوگی۔

عرب انقلابات کے دوران اور بعد میں عرب ممالک کے حوالے سے ترکی نے کئی اہم مواقع پر اپنے موقف میں تبدیلی کی، خصوصاً لیبیا اور شام کے حوالے سے ترکی نے موقف بدلا اور یہ اپنی جگہ ضروری تھا، عرب بہار کے دوران ترکی کو داخلی طور پر کچھ انتشار و انارکی کی صورتحال سے سابقہ رہا، اس بناء پر ترکی اور دیگر علاقائی ممالک کے مابین تعلقات میں تعطل بھی رہا، خصوصاً شام، عراق اور ایران کے ساتھ تعلقات سخت کشیدہ ہو چکے تھے۔

مستقبل میں ترکی کے علاقائی کردار کو کئی حوالوں سے دیکھا جا سکتا ہے:

۱-ترکی کردار میں بہتری اور پیش رفت: اس کا انحصار ان امور پر ہے کہ اردگان حکومت کو علاقائی سیاست میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے قومی تائید حاصل رہے، کرد مسئلے کو پر امن طریقے سے حل کرنے کے لیے داخلی اصطلاحات کی تکمیل کا مکمل موقع ملے اور اس میں کامیابی حاصل ہو جائے، ترک خارجہ سیاست عمومی طور پر امریکی سیاست کے ساتھ اتفاق کرتی رہے، امریکا، یورپ اور عالم عرب کو ایران کے کردار کو متوازن رکھنے کے لیے ترکی کے کردار کی ضرورت برقرار رہے۔

۲- علاقائی منظر نامے میں ترکی کردار کا خاتمہ: یہ امکان رد نہیں کیا جا سکتا، کردوں سے مصالحت میں اردگان حکومت کی ناکامی اس میں اہم عامل ہوگی، موجودہ ترکی کا علاقائی کردار ختم ہو جانے میں سیکولر اور اسلامی طاقتوں کے تصادم کو بھی دخل حاصل ہوگا، ایک عامل یہ بھی ہے کہ مشرق ومغرب کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے میں ترکی خود کو ایک پل کے طور پر پیش کرنے میں ناکام رہے۔

مذکورہ امکانات وخدشات کو پیش نظر رکھ کر دیکھا جائے تو گذشتہ چند مہینوں میں ترکی نے بعض اہم کامیابیاں بھی حاصل کی ہیں اور بعض مواقع پر اپنے موقف میں حیرت انگیز لچک بھی دکھائی ہے، امریکا 'داعش' کے معاملے میں ترکی سے حمایت اور سرگرم تعاون کا خواہاں ہے، جب کہ ترکی 'داعش' سے پہلے آمر بشار الاسد کے خلاف کارروائی چاہتا ہے، امریکا چاہتا ہے کہ ترکی اپنے جنوب میں موجود فضائی اڈے سے

امریکا کو فضائی کارروائیوں کی اجازت دے بلکہ وہ ترک فضائیہ کو بھی استعمال کرنا چاہتا ہے، امریکا نے ترکی سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ شام اور عراق میں مجاہدین کے داخلے پر پابندی سخت کرے اور ان کی مالی مدد بھی بند کی جائے۔

ترکی صدر اور وزیر اعظم دونوں کی ترجیحات امریکا سے مختلف ہیں، وہ شام کی مقامی جنگ کو اپنے ملک میں داخل ہوتے نہیں دیکھ سکتے، وہ اس معاملے میں حق بجانب بھی ہیں کہ ترکی اس وقت ۱۶ لاکھ شامی مہاجرین کو پناہ دیے ہوئے ہے، شامی شہر کوبانی سے گذشتہ ہفتے ایک لاکھ ۶۰ ہزار مزید شامی کرد خانہ جنگی کی وجہ سے ترکی میں داخل ہوگئے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ترکی میں کردوں کی ہنگامہ آرائی اور لڑائی، شام کے دارالحکومت دمشق کی مرہون منت ہے، ترکی حکومتی ذرائع نے کہا ہے کہ کچھ لوگ ہم سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم 'کردور کرپارٹی' یا 'داعش' میں سے کسی ایک کو قبول کرلیں، مگر ترکی حکومت داعش کو بھی اسی طرح دیکھتی ہے جس طرح ''کردور کرپارٹی' کو۔

اس صورت حال نے امریکی مطالبات میں کچھ شدت پیدا کردی ہے اور ترکی پر زور دیا ہے کہ وہ 'داعش' کے خلاف جنگ میں کردار ادا کرے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ترک صدر اردگان نے خطے کے مسائل پر جان دار موقف اپنایا، 'داعش' کے خلاف جنگ کے بجائے شامی آمر بشارالاسد کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا، مصری فوج کے سابق سربراہ اور مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور نام نہاد صدر سیسی کے خلاف احتجاج کیا کہ اسے اقوام متحدہ کی اسمبلی میں شرکت کا حق حاصل نہیں، یہ ایک آمر اور غیر جمہوری سربراہ مملکت ہے، سیکریٹری جنرل اقوام متحدہ بان کی مون کی طرف سے ناشتے کی دعوت ٹھکرادی کہ: ''جس دعوت میں مصری آمر جنرل عبدالفتاح السیسی ہوگا میں وہاں نہیں جاؤں گا''۔

رجب طیب اردگان کی توانا آواز اور جرأت مندانہ اظہار رائے کو برطانوی روزنامہ 'گارڈین' نے یوں بیان کیا ہے:

''امریکی نائب صدر جو بائیڈن نے ہارورڈ یونیورسٹی میں اپنے خطاب کے دوران ترکی پر الزام عائد کیا کہ وہ شام اور عراق میں سرکردہ سنی جماعت 'داعش' کی حمایت کر رہا ہے، طیب اردگان نے امریکی نائب صدر سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے اس بیان پر معذرت کرے، اس پر امریکی نائب صدر کو معذرت کرنا پڑی، ان حالات کے باوجود ابھی ترک امریکا تعلقات اس قدر کمزور نہیں ہوئے جس قدر ۲۰۰۳ء میں ہوگئے تھے، جب ترکی نے امریکی افواج کو اپنی سرزمین سے عراق پر حملے کی اجازت نہیں دی تھی، 'داعش' کے خلاف برسرپیکار شام کی کرد جمہوری پارٹی کو امریکا نے اسلحہ فراہم کرنا شروع کیا تو ترکی نے سخت احتجاج کیا، مگر دوسرے ہی روز یہ خبر آگئی کہ ترکی ان کردوں کو اپنی حدود سے گزر کر کوبانی کے معرکے میں شریک ہونے کی اجازت دینے پر رضامند ہوگیا ہے۔

☆☆☆☆☆

سید احمد شہید اکیڈمی کی دیدہ زیب طباعت

تنویر الآفاق شرح تہذیب الأخلاق

از:- علامہ عبدالحی حسنیؒ

ملک وبیرون ملک، مدارس واسکولوں کے نصاب میں شامل ''**تہذیب الأخلاق**'' کی علمی وتحقیقی شرح، علامہ عبدالحی حسنیؒ کے فاضلانہ اور محدثانہ اسلوب میں طلباء واساتذہ کے لیے ایک گراں قدر تحفہ

صفحات: ۶۶۳ قیمت: ۵۳۰ روپے

☆مفردات البخاري

صحیح بخاری کی معروف ومشہور شرح ''عمدۃ القاری'' کی لغوی تحقیقات ومباحث کا مجموعہ، صحیح بخاری کی فہم وتفہیم کے لیے ایک بہترین معاون، الفاظ بخاری کا بہترین لغت، طلباء واساتذہ کے لیے یکساں مفید۔

صفحات: ۸۲۴ قیمت: ۶۸۰ روپے

رابطہ: سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، میدان پور، تکیہ کلاں رائے بریلی (موبائل 9919331295)

یہ کتابیں لکھنؤ کے سبھی مکتبوں میں دستیاب ہیں

عفوورحمت

سیرت طیبہ کے چند نمونے

محمد امین حسنی ندوی

ہمارے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمت تھے کسی ایک جہاں کے لیے نہیں بلکہ سارے جہانوں کے لیے، ارشاد باری ہے: ''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ'' [الأنبیاء: ۱۰۷] (اے محمد! ہم نے تمھیں تمام جہان کے لیے رحمت (بناکر) بھیجا ہے)۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں فرمایا: ''انما بعثت رحمة'' [مسلم] (میری بعثت رحمت کے لیے ہوئی ہے)۔

تو آیئے ملاحظہ کیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے چند نمونے:

حضرت معاویہ بن الحکم السلمیؓ سے مروی ہے: ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک شخص کو چھینک آگئی، میں نے اس پر کہہ دیا: ''یرحمك الله'' لوگوں نے مجھے ترچھی نگاہوں سے دیکھا، میں نماز ہی میں بول پڑا، کیا بات ہے؟ تم سب اس طرح مجھے کیوں دیکھ رہے ہو؟ وہ سب اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنے لگے، جب میں نے دیکھا کہ وہ سب مجھ کو چپ کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہوگیا، قربان ہوں میرے ماں باپ آپؐ کی ذات پر، آپؐ جیسا معلم اور مربی میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ مارا، نہ ملامت کی، صرف اتنا فرمایا: ''ان هذه الصلوة لايصلح فيها شئي من كلام الناس انما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن'' (نماز میں انسانی کلام درست نہیں، نماز نام ہے تسبیح وتکبیر کا، اور قرآن مجید کی قرأت کا)۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے، ایک شخص کھڑے ہوکر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو روکنے کے لیے آگے بڑھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، اس کو چھوڑ دو، کچھ مت کہو اور پیشاب کرلینے دو، جب وہ پیشاب کرچکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور اس سے محبت ونرمی سے کہا: یہ مسجد ہے اور اس میں پیشاب کرنا منع ہے، یہ جگہ صرف خدا کے ذکر، اس کی یاد اور اس کی کتاب کی تلاوت کے لیے ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ایک ڈول پانی لاکر اس پر بہادو، وہ صاحب پانی لے آئے اور جس جگہ پیشاب کیا گیا تھا اس جگہ پر پانی بہادیا گیا، اور بات یہیں پر ختم ہوگئی۔

ولقد حرص النبی صلى الله عليه وسلم على تعليم المرأة فجعل لهن يوماً يجتمعن فيه فيأتيهن ويعلمهن مما علمه الله''. [مسلم]

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی تعلیم کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، آپ نے عورتوں کی تعلیم کے لیے ایک دن مخصوص کر رکھا تھا، اس دن وہ سب جمع ہوتیں اور آپؐ ان کو تعلیم دیتے)۔

آپؐ نے عورتوں کے بارے میں فرمایا: ''استوصوا بالنساء خيراً''. [متفق علیہ] (سنو! عورتوں کے ساتھ اچھا معاملہ رکھو)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہروں کو بیویوں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله إلا أجرت عليها، حتى ماتجعله في في امرأتك''. [متفق علیہ]

(تم جو بھی اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہو اس پر تم کو ضرور اجر ملے گا یہاں تک کہ جو کچھ اپنی بیوی کے منہ میں رکھتے ہو تو اس پر بھی ثواب ملے گا)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر ان کے ماں باپ سے زیادہ مہربان، اور ماں باپ سے زیادہ ان پر شفقت فرمانے والے تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہیتے نواسے کا بوسہ لیا، اقرع بن حابسؓ بھی وہاں موجود تھے، تعجب سے کہنے لگے، میرے دس بچے ہیں مگر میں تو کسی کا بوسہ نہیں لیتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور کہا: ''من لا يرحم لا يرحم''. (جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بچہ کی عیادت کے لیے گئے، وہ بچہ آپ اکی خدمت کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا، کہو: ''لا اله إلا الله'' اس لڑکے نے اپنے باپ کو دیکھا اس کے باپ نے کہا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی

بات مان لو، اس لڑکے نے کلمہ پڑھ لیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: "الحمد لله الذی أنقذه من النار" (سب تعریف اس اللہ کی ہیں جس نے اس کو آگ سے بچایا)۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: کہ کچھ بدّو (دیہاتی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کا بوسہ لیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ہاں: ان دیہاتیوں نے کہا: خدا کی قسم ہم تو بوسہ نہیں لیتے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر اللہ تعالی نے تمہارے دلوں سے رحمت ومحبت کا مادّہ نکال دیا ہے تو میں کیا کروں۔ [متفق علیہ]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے دس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا موقع ملا، لیکن خدا کی قسم نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا، اور نہ کبھی میرے کسی کام کے نہ کرنے پر یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال تو یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خادم سے خود پوچھا کرتے تھے: "ألك حاجة؟ تم کو کوئی ضرورت تو نہیں؟

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف قبائل کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے گئے، وہاں والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا، بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو خون آلود کردیا، لیکن جب فرشتہ عذاب لے کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع کردیا اور کہا: "بل أرجو أن يخرج الله من أصلابهم من يعبد الله وحده ولا يشرك به شيئاً". [متفق علیہ] (مجھے امید ہیکہ اللہ تعالی ان کی نسل سے ایسے لوگوں کو پیدا کریگا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور وہ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں سے خون جاری ہے، دل ٹوٹا اور غمزدہ ہے، پہاڑوں پر مامور فرشتہ عذاب کی اجازت چاہ رہا ہے، لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے لیے صرف بھلائی کے طلب گار ہیں۔

مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخلہ ہورہا ہے اور سامنے وہ لوگ ہیں جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا، اے قریش کے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟ انہوں نے کہا، بھلائی، کیوں کہ آپؐ ایک اچھے بھائی اور ایک اچھے بھائی کے بیٹے ہیں، اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے ہیں: جاؤ تم سب آزاد ہو، آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف فرمائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت صرف انسانوں تک محدود تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا سایہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا، انسان تو انسان، حیوانات، نباتات، اور جمادات تک رحمت کے اس گھنے سایہ سے محروم نہ تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں گئے، اس باغ میں ایک اونٹ تھا، جب اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رونے لگا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، وہ ٹھہر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اسکا مالک کون ہے؟ ایک انصاریؓ آئے اور انہوں نے کہا کہ میں ہوں اے اللہ کے رسولؐ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ألا تتقی الله فی هذه البهيمة" [ابوداود]۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کے وقت بھی اچھی طرح ذبح کرنے کا حکم دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے ہر چیز کے ساتھ بھلائی لکھ دی، اگر تم جنگ میں کسی کو قتل کرو تو وہ بھی اچھے انداز سے، اگر جانور کو ذبح کرو تو وہ بھی بہتر طریقہ سے کرو، اور بہتر طریقہ سے ذبح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنی چھری تیز کرلے، اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے یہ واقعہ بیان کرکے اپنی امت کو جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا درس دیا، فرمایا! ایک بدکردار عورت نے ایک کتے کو دیکھا جو شدید گرمی کے دن ایک کنویں کے چکر کاٹ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے اس کی زبان لٹکی ہوئی تھی، اس عورت نے اپنا جوتا اتار کر (دوپٹے سے باندھ کر) کنویں میں لٹکایا اور اس کے ذریعہ پانی نکال کر کتے کو پلا دیا، اسی عمل سے اس عورت کی بخشش ہوگئی۔ [متفق علیہ]

یہ واقعہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بیان فرمایا! کہ ایک عورت کو بلی کے قید کرنے اور اس کو مارڈالنے کی وجہ سے عذاب دیا گیا، وہ نہ اس کو کھلاتی تھی اور نہ پلاتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ وہ خود ہی کھائے۔ [مسلم]

☆☆☆☆☆

روداد چمن

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دوروزہ علمی، فکری وتربیتی سیمینار

فقہی اختلاف کو مخالفت کا سبب نہ بنایا جائے!

سیمینار سے ممتاز ارباب علم وفقہ کے رہنما خطابات

جاوید اختر ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ملحقہ مدارس کے اساتذہ، علیا درجات کے طلبہ اور نوجوانوں کی علمی، فکری اور ثقافتی تربیت کی غرض سے مختلف کلیات کی طرف سے ہر سال سیمینار کے طرز پر ایک علمی، ثقافتی اور تربیتی پروگرام ہوا کرتا ہے، جس میں ملک کے ممتاز اہل علم وفضل اور اصحاب قلم کے مقالات پیش ہوتے ہیں، اور محاضرات بھی ہوتے ہیں، ملحقہ مدارس کے اساتذہ ان ہدایات وخطابات کی روشنی میں زاد سفر لے کر اپنے اپنے مدرسوں میں طلبہ کی علمی وثقافتی تربیت کرتے ہیں، اسی طرح کا علمی، دعوتی اور تربیتی پروگرام سال گذشتہ مختلف مرکزی مدارس میں بھی "شعبۂ ملحقہ مدارس، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ" کے زیر اہتمام ہوا تھا، ان شاءاللہ امسال بھی اس کا انعقاد کیا جائے گا۔

سال رواں میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں دوروزہ فقہی سیمینار بعنوان: "ائمہ اربعہ کی خدمات اور عصر حاضر کے مسائل کے حل میں ان کی آراء اور منہج استنباط کی اہمیت" کلیۃ الشریعہ واصول الدین کے زیر اہتمام منعقد کیا گیا، جس میں ملک بھر سے سو سے زائد مندوبین، دارالعلوم کے اساتذہ، درجات تخصص (تفسیر، حدیث، فقہ اور دعوہ) کے طلبہ نے شرکت کی اور بھرپور فائدہ اٹھایا۔

۲۵/نومبر، افتتاحی نشست

"مجتہدین کے درمیان اختلاف رائے دراصل علم وتحقیق کی بنیاد پر ہے، نفس کی بنیاد پر نہیں ہے، ان حضرات نے کتاب وسنت کی روشنی میں جو کچھ صحیح سمجھا، انہیں امت کے سامنے پیش کردیا، اس معاملہ میں وہ ہر طرح مخلص تھے، اس لیے انہیں کسی بات پر مورد الزام ٹھہرانا بڑی بےادبی وگستاخی کی بات ہے۔"

ان خیالات کا اظہار ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کیا، جو دارالعلوم کے پرشکوہ عباسیہ ہال میں "ائمہ اربعہ کی خدمات اور عصر حاضر کے مسائل کے حل میں ان کی آراء اور منہج استنباط کی اہمیت" کے موضوع پر بتاریخ کیم و ۲رصفر المظفر ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۵، ۲۶ر نومبر ۲۰۱۴ء بروز منگل، بدھ منعقد ہوا۔

حضرت والا نے مزید فرمایا کہ: "اختلاف اور مخالفت میں فرق ہوتا ہے، اختلاف تو دو بھائیوں میں بھی ہوتا ہے، جبکہ مخالفت اچھی چیز نہیں ہے"۔

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے اپنے افتتاحی کلمات میں کہا کہ: "فقہ اسلامی کے ذریعہ ہی دین اسلام کی کاملیت وصلاحیت ہر زمانہ میں ثابت ہوتی رہے گی، ائمہ کرامؒ نے شریعت کو عملی شکل دی، لہٰذا تمام مجتہدین قابل احترام ہیں"۔

معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: فقہی اختلاف کی بنیاد تحقیق واجتہاد ہے، اسے افتراق واختلاف کا سبب ہرگز نہیں بنانا چاہیے، مسالک اربعہ کے درمیان تقارب ندوۃ العلماء کے اہم مقاصد میں سے ہے، تمام ائمہ کا احترام ملحوظ رکھا جانا چاہیے، کسی امام کی شان میں کسی طرح کی گستاخی یا نازیبا الفاظ استعمال کرنا بالکل صحیح نہیں ہے، مسلمانوں کی صفوں میں اختلاف وشقاق پیدا کرنا دراصل دشمنان اسلام کی ایک سوچی سمجھی چال ہے، اور اس کی پوری تحقیق سامنے آچکی ہے، یہ لوگ مسلمانوں میں تفریق اور کشمکش پیدا کرنے کے لیے سارے ممکن حربے اپناتے ہیں، مسلکی اختلاف کا اثر صرف مسائل تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ سے سماجی زندگی میں بھی ایک عجیب وغریب کشمکش برپا ہے، آج اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں باضابطہ تحریک چلائی جائے، لوگوں کے اندر بیداری پیدا کی جائے اور شریعت پر لوگوں کے اعتماد کو جمایا جائے۔

سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے فرزند ارجمند مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے کہا کہ: ائمہ فقہ کے اجتہادات میں توسع اور امت مسلمہ کے مصالح کا بھرپور لحاظ رکھا گیا ہے، آج علماء جو مسائل پڑھتے پڑھاتے ہیں، جدید دور میں ان کے انطباق پر بھی غور وفکر کرنا چاہیے تاکہ وہ مسائل آج بھی عملی شکل میں آکر لوگوں کی رہنمائی کا باعث ہوں اور زندگی کے مسائل حل کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوں۔

سیمینار کے کنوینر، عمید کلیۃ الشریعہ واصول الدین مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ: ندوۃ العلماء نے کبھی ایک مخصوص امام کو اپنا امام اور دوسرے ائمہ کو غیر نہیں سمجھا بلکہ ہمیشہ چاروں ائمہ کو اپنا سمجھا، چاروں کے مسالک کے بارے میں احترام کا شعور ومزاج دیا، یہی مزاج ہم نے اپنے بڑوں سے سنا، ان کو

برتتے ہوئے دیکھا، ان کی تحریروں میں پڑھا اور یہی پیغام ہم ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے اساتذہ، مندوبین وحاضرین کو دینا چاہتے ہیں۔

عمید کلیۃ الدعوۃ والاعلام مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے کہا کہ: کسی متعین مسلک کے وابستگی یہ دراصل چوتھی صدی کی بات ہے، اس سے قبل کسی ایک مسلک سے وابستگی کو ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا، ہر فن میں ائمہ پیدا ہوئے، فقہ اسلامی میں بہت سے ائمہ پیدا ہوئے، یہ سارے ائمہ پوری ملت کے ائمہ ہیں، ان سب کا احترام ضروری ہے، انہوں نے کتاب و سنت ہی کی روشنی میں یہ مسائل مرتب ومدون کیے، ہر مسئلہ کو انہوں نے قرآنی آیات ونبوی احادیث کی میزان اور کسوٹی میں رکھ کر امت کے سامنے پیش کیا اور ہر امام نے یہ کہا کہ اگر ہمارا کوئی مسئلہ کتاب و سنت کے خلاف جائے تو اسے ہرگز اختیار نہ کیا جائے۔

سیمینار کا آغاز استاذ شعبۂ قرأت دارالعلوم مولانا قاری ریاض احمد مظاہری کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، یہ نشست مخدوم ومربی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی صدارت میں منعقد ہوئی، اور نظامت کا فریضہ استاذ حدیث دارالعلوم مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے انجام دیا۔

سیمینار میں ملیشیا سے آئے اہم وفد کا استقبال مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے کیا، یہ وفد وہاں کی ایک ریاست کے وزیر اعلی عبدالہادی اوانج اور عبداللہ بن یعقوب ندوی اسپیکر اسمبلی ودیگر افراد پر مشتمل تھا۔ اس موقع پر محمد اشرف علی ندوی ازہری کی عربی کتاب "المحدث الکبیر العلامة محمد زکریا بن محمد یحییٰ الکاندھلوي وجهوده في السنة النبوية" کا اجرا بھی صدر عالی قدر کے ہاتھوں ہوا۔

دوسری نشست

افتتاحی نشست کے بعد دوسری اور محاضرات کی پہلی نشست منعقد ہوئی، مفتی جنید عالم ندوی قاسمی صدر مفتی امارت شرعیہ پٹنہ نے "مذاہب اربعہ کے درمیان اجتہاد واستنباط کی مشترکہ شرائط" کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

اجتہاد امت کی اہم ترین ضرورت ہے، اسی کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں پیش آنے والے نئے مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے گا، اجتہاد کے شرائط اور اصول متعین ہیں، جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں، ان کی روشنی میں ہی فقہاء ومجتہدین نے اپنے دور میں اجتہاد کا عمل کیا ہے۔ مزید کہا کہ: آج ہر جگہ اجتہاد کی بات کی جاتی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے لوگ اجتہاد کے شرائط سے یکسر ناواقف ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں منصوص مسائل میں بھی تبدیلی کی بات سامنے آتی ہے، انہوں نے اجتماعی اجتہاد کو اپنانے پر خاص طور پر زور دیا۔

مولانا آفتاب عالم ندوی دھنبادی نے "امام ابوحنیفہ: علمی مقام اور فقہی بصیرت" پر تفصیل سے روشنی ڈالی جس میں انہوں نے ان کے طرز اجتہاد اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت واہمیت پر خاص طور پر زور دیا۔ اس نشست کی صدارت نائب مہتمم دارالعلوم مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی نے اور نظامت دارالعلوم کے وکیل کلیۃ اللغۃ العربیۃ وآدابھا مولانا محمد علاء الدین ندوی نے کی۔

تیسری نشست، بعد نماز مغرب

یہ نشست بعد نماز مغرب مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی کی صدارت میں منعقد ہوئی، جس میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا وسکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے "جدید مسائل کے حل میں مذاہب اربعہ سے استفادہ کی اہمیت وضرورت اور شرائط وضوابط" پر محاضرہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

یوں تو ہر دور میں نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں، لیکن سترہویں صدی کے صنعتی انقلاب نے عصر حاضر میں نئے مسائل پیدا ہونے کی رفتار بہت بڑھادی ہے، علماء کا فریضہ ہے کہ وہ اس چیلنج کو قبول کریں، اور جدید مسائل کو شریعت کی روشنی میں حل کریں۔ مولانا نے کہا کہ تقلید اس دور میں امت کو انحراف سے بچانے اور جادۂ حق پر قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے، لیکن کسی ایک دبستان فقہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے موجودہ دور کے تمام مسائل حل نہیں کیے جاسکتے، اس لیے ضروری ہے کہ ایسے مسائل میں احتیاط کے ساتھ اجتماعی تبادلہ خیال کے ذریعہ مذاہب اربعہ سے استفادہ کیا جائے۔

مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء نے "امام مالک: علمی مقام اور فقہی بصیرت" کے موضوع پر اپنا جامع وپرمغز مقالہ پیش کیا جس میں انہوں نے حدیث وفقہ کے میدانوں میں امام مالکؒ کی خدمات کو بخوبی اجاگر کیا اور ان کے فقہی آراء وافکار کو بھی حاضرین کے سامنے رکھا۔ اس نشست کی نظامت استاد دارالعلوم مولانا مفتی محمد ظفر عالم ندوی نے کی۔

۲۶/نومبر، چوتھی نشست

مولانا سید سلمان حسینی ندوی نے "فن حدیث میں ائمہ فقہ کی خدمات اور احادیث کے ضعف و صحت میں ان کا منہج" کے موضوع پر تحقیقی محاضرہ پیش کیا، انہوں نے کہا کہ: پوری امت کا اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ مجتہد تھے، اور مجتہد کوئی اسی وقت ہوسکتا ہے جب اس کی نظر احادیث کے پورے ذخیرہ پر ہو، امام ابوحنیفہؒ بڑے کمالات کے مالک تھے، جس کا اعتراف امام شافعیؒ اور اس دور کے اکثر محدثین اور فقہاء نے کیا ہے، تفقہ کے علاوہ تقویٰ اور ورع کے لحاظ سے بھی آپ کا پایہ نہایت بلند تھا، چاروں ائمہ نے امت محمدیہ کی خاطر بڑی قربانیاں دی ہیں، اس لیے یہ ائمہ پوری امت کے محسنین ہیں، ان سب کا احترام واجب ہے۔ مزید کہا کہ علمی طور پر بہت سی باتیں مشہور ہیں لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حقیقت دوسری ہے، اسی طرح بعض آراء کو متفق علیہ شکل میں بیان کیا جاتا ہے جبکہ اس بارے میں متقدمین کے اقوال مختلف ہوتے ہیں، اس لیے ہر بات کو من وعن قبول کرلینا علمی دیانت کے خلاف ہے، بحث و تحقیق کے بعد ہی علماء کو فتویٰ دینا چاہیے۔

مفتی راشد حسین ندوی مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی نے "امام احمد بن حنبل: علمی مقام اور فقہی بصیرت" کے موضوع پر مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ: فقہ حنبلی کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ عصر حاضر کے بعض مسائل کا حل صرف فقہ حنبلی میں ملتا ہے، اس لیے متعدد جدید مسائل میں معاصر فقہاء نے فقہ حنبلی کی آراء کو اختیار کیا ہے۔

مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی استاد دارالعلوم نے "امام شافعی: علمی مقام اور فقہی بصیرت" پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ: امام شافعیؒ کے اساتذہ ومشائخ اور ان کے تلامذہ نے امام ابوحنیفہؒ کے علمی مقام اور فقہی بصیرت کا جس طرح کشادہ قلبی کے ساتھ اعتراف کیا ہے، اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

اس نشست کی صدارت کرتے ہوئے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنے خطاب میں کہا کہ: محدثین اور فقہاء دونوں نے مل کر اجتہاد کا عظیم فریضہ انجام دیا ہے، محدثین نے الفاظ حدیث کی خدمت کی جبکہ فقہاء نے معانی احادیث کی، لہٰذا دونوں طبقے امت کے محسنین ہیں، آج یہ فکر عام ہوگئی ہے کہ کچھ لوگ ائمہ پر نقد کرتے ہیں اور کچھ لوگ محدثین پر، لیکن اس افسوسناک نتیجہ پر غور نہیں کرتے کہ اس سے دین کو کتنا نقصان پہنچ رہا ہے، جب دونوں طبقے غیر معتبر قرار پائیں گے تو ہم لوگوں کے دلوں میں دین کا اعتبار کیسے قائم کرسکیں گے؟ اس لیے ہم کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ بحیثیت مجموعی دین کو نقصان نہ پہنچے، اپنے مسلک کے علماء اور بزرگوں کے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں کہنی چاہیے جس میں دوسرے طبقہ کے علماء کے لیے بے ادبی یا تضحیک کا پہلو ہو، علماء میں اختلاف رائے کو انگیز کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے، جب فریق مخالف اعتدال کا دامن چھوڑ دے، اس وقت بھی اعتدال پر باقی رہنا اصل اعتدال اور عقلمندی کی بات ہے۔ نظامت استاد دارالعلوم مولانا عبدالسلام ندوی بھٹکلی نے کی۔

پانچویں نشست

مولانا عتیق احمد بستوی استاذ فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے "اختلافی مسائل میں تعدد صواب کا مسئلہ" کے موضوع پر کہا کہ: اختلافی مسائل میں سے اکثر میں اختلاف تنوع کا ہے، حلت وحرمت کا نہیں ہے، ہاں کچھ مسائل میں حلت وحرمت کا بھی اختلاف ہے، مزید کہا کہ اگر کچھ لوگ اپنی خداداد صلاحیت اور علمی پختگی کی بنیاد کوئی ایسی رائے پیش کریں جو ائمہ اربعہ کے خلاف ہو، تو اس رائے کو بھی گمراہ نہیں کہنا چاہیے، نہیں بھی تحقیق کا اجر ملے گا۔

مولانا زین الاسلام قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند نے "جدید مسائل کے حل میں مذاہب اربعہ سے استفادہ کی اہمیت وضرورت اور شرائط وضوابط" کے متعلق کہا کہ: ائمہ اربعہ کے علاوہ بھی جن فقہاء کی آراء کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے، گرچہ ان کا مسلک مدون نہیں ہوسکا، ان کا بھی احترام کرنا اور ادب سے نام لینا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی متعین امام کی تقلید ضروری ہے، اور ان کی آراء سے باہر نکلنا کوئی اچھی بات نہیں ہے، آج ایسے ماہرین کی ضرورت ہے جو فقہی بصیرت کے ساتھ فقہی اصول وضوابط کی روشنی میں جدید مسائل کو حل کریں، ہمارے اسلاف نے بعض شرائط کے ساتھ دوسرے مسالک سے استفادہ اور دوسرے مسلک پر فتویٰ دینے کو جائز کہا ہے۔

مولانا بدر احمد مجیبی ندوی (پٹنہ) نے بھی "اختلافی مسائل میں تعدد صواب کا مسئلہ" کے موضوع پر تفصیلی گفتگو کی۔ صدارت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی استاذ تفسیر وحدیث دارالعلوم اور نظامت مولانا منور سلطان ندوی رفیق دارالافتاء، ندوۃ العلماء نے کی۔

چھٹی اور اختتامی نشست

اس میں مولانا محمد ظفر عالم ندوی استاد دارالعلوم نے "مذاہب اربعہ کے مابین اختلاف رائے اور اس کے بنیادی اسباب" پر اور مولانا محمد زید مظاہری ندوی استاد دارالعلوم نے "فن حدیث میں ائمہ فقہ کی خدمات اور احادیث کے ضعف وصحت میں ان کا منہج" کے عنوان پر اپنے مقالے پیش کیے۔

اختتامی نشست مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی صدارت میں منعقد ہوئی، صدارتی کلمات میں آپ نے کہا کہ:

ائمہ اربعہ کی خدمات پر ہونے والا یہ سیمینار محض اتفاقی نہیں ہے، بلکہ یہ ہمارے تعلیمی وتربیتی پروگرام کا ایک اہم حصہ ہے، محدثین اور فقہاء کے ذریعہ ہی یہ دین منظم اور عملی شکل میں وجود میں آیا، آج پوری دنیا اسلامی زندگی کے نمونہ کی محتاج ہے، اور یہ نمونہ وہی افراد دے سکتے ہیں جو کتاب وسنت اور ائمہ و مجتہدین کی آراء کو اپنی زندگی میں اتاریں۔

علماء کو خطاب کرتے ہوئے مزید کہا کہ: آج اسلام کے مخالفین کو مطمئن کرنے کی شدید ضرورت ہے، اور یہ دلائل کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے، یہ علماء کی ذمہ

داری ہے کہ دین میں اتنا رسوخ پیدا کریں کہ اسلامی نظام کو صحیح طریقہ پر پیش کرنے کے قابل ہوسکیں۔

اس نشست میں تیونس سے آئے مہمان ڈاکٹر عبدالجلیل سلیم وائس چانسلر زیتونہ یونیورسیٹی کا استقبال کیا گیا،انہوں نے اپنے خطاب میں ندوۃ العلماء اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

آج کی حاضری ہماری دیرینہ آرزو اور خواہش کی تکمیل ہے۔انہوں نے کہا کہ ندوہ نے تفسیر و حدیث، فقہ وادب اور دیگر علوم وفنون کے موضوعات پر عبقری افراد اور مردمیدان کو جنم دیا ہے،ان ندوی علماء وفضلاء نے عالم اسلام کی بیداری میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔انہوں نے ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں کو ندوہ اور زیتونہ یونیورسیٹی کے درمیان علمی اور دعوتی بنیادوں پر ربط وتعلق کی دعوت دی۔

کلمات تشکر مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی نے پیش کیے، مولانا سلمان نسیم ندوی استاد دارالعلوم نے نظامت کی اور صدر محترم کی دعا پر نشست کا اختتام ہوا۔

تجاویز دوروزہ تربیتی سیمینار

سیمینار کی اختتامی نشست میں درج ذیل تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں، جنہیں حاضرین نے بہت سراہا اور وقت کی ضرورت اور سیمینار کو ایک عظیم علمی ودینی خدمت قرار دیا، تجاویز اس طرح تھیں:

ندوۃ العلماء کے قیام کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مسلمانوں میں دین کی بنیادی رہنمائی کا لحاظ رکھتے ہوئے وحدت پیدا کی جائے، اس کے قابل تشریح احکام کے مفاہیم میں جو اختلاف ہو،اس کو افتراق وانتشار سے بچایا جائے اور مسلک و مشرب سے اوپر اٹھ کر اسلام کی سربلندی کے لیے کام کرنے کا جذبہ بیدار کیا جائے، اوران کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ تکثیری معاشرہ میں ایک داعی امت کا کردار ادا کرسکیں، خاص کر علماء کو اس بات کی دعوت دی جائے کہ وہ مسلک ومشرب کی نسبتوں کو باقی رکھتے ہوئے مشترکہ مقاصد کے لیے مل جل کر کام کریں، اور فروعی اختلاف کو اتنی اہمیت نہ دیں کہ امت کا اتحاد پارہ پارہ ہوجائے، اسی پس منظر میں دارالعلوم کی انتظامیہ نے کلیۃ الشریعہ کے تحت مورخہ ۲۵، ۲۶ نومبر ۲۰۱۴ء کو "ائمہ اربعہ کی خدمات اور عصر حاضر کے مسائل میں انکی آراء ومنہج استنباط کی اہمیت" پر ایک تربیتی ورکشاپ منعقد کیا، جس میں ہندوستان کے مختلف علاقوں اور ممتاز دینی درسگاہوں کی نمائندہ دینی شخصیتوں کے علاوہ ملیشیا اور تیونس کے وفد نے بھی شرکت کی، اس پروگرام کے افتتاحی اجلاس کی صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے اور اختتامی اجلاس کی صدارت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کی، ایک نشست کی صدارت علامہ سید سلیمان ندویؒ کے فرزند مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے جبکہ ایک دوسری نشست کی صدارت اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے جنرل سکریٹری مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے انجام دی، چھ نشستوں پر مشتمل اس دوروزہ پروگرام کے اخیر میں جو تجاویز منظور ہوئیں، وہ حسب ذیل ہیں:

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والا علماء واصحاب دانش کا یہ نمائندہ اجتماع درج ذیل تجاویز منظور کرتا ہے:

۱- فقہ اسلامی زندگی کا ایک ایسا جامع قانون ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے، اس کی تعلیمات روحانی اقدار اور دنیوی زندگی کے مصالح کا بہترین امتزاج ہیں، وہ فطرت انسانی سے ہم آہنگ اور اعتدال وتوازن پر مبنی ہے، دنیا وآخرت کی فلاح وسعادت اسی سے متعلق ہے، کیونکہ اس کا ماخذ خود خالق کائنات کی ہدایات ہیں۔

۲- کتاب وسنت میں بعض احکام ایسے صریح الفاظ میں ذکر کیے گئے ہیں جن کا مفہوم متعین ہے اور جن میں ایک سے زائد معانی کا احتمال نہیں، ان میں مسلمانوں کے مختلف مکاتب فقہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، جب کہ بعض احکام میں جو تعبیرات اختیار کی گئی ہیں ان میں ایک سے زیادہ معنوں کی گنجائش ملتی ہے، ان میں صحابہؓ کے عہد ہی سے مفہوم کے تعین میں اختلاف ہے، یہ اختلاف محمود ہے نہ کہ مذموم، اسی طرح بعض افعال کی ایک ہی کیفیت مقرر کردی گئی ہے، اور بعض وہ ہیں جن کی ایک سے زیادہ کیفیتیں منقول ہیں، زیادہ تر اختلاف اسی نوعیت کا ہے، یہ درحقیقت اختلاف نہیں تنوع ہے، اور اکثر اولیٰ اور غیر اولیٰ کا اختلاف ہے، ان اختلافات کی وجہ سے سلف صالحین میں سے کسی کے بارے میں بدگمانی یا کسی کی شان میں گستاخی ہرگز درست نہیں، تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اس سے اجتناب کریں۔

۳- اہل علم کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ تمام مفسرین ومحدثین واصولیین، صوفیہ ومتکلمین امت کے محسن ہیں، اوران ہی کے ذریعہ دین و شریعت کی یہ امانت ہم تک پہونچی ہے، ان سب کی قدرشناسی، ان کا احترام اوران کے بارے میں حسن ظن رکھنا اوران پر طعن وتشنیع سے بچنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے، اوران کی ہتک شان اوران کے اعتبار واستناد کو مجروح کرنا خود دین وشریعت کو نقصان پہونچانے کے مترادف ہے۔

۴- یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے درمیان بیشتر فقہی مسائل اور بنیادی عقائد میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے، اور اگر اختلاف ہے تو صواب وخطا کا، نہ کہ حق وباطل کا، اس لیے فقہی وفروعی مسائل میں اختلاف کرکے امت میں تفریق وانتشار کا باعث اور ملت اسلامیہ میں بکھراؤ کا سبب بنادینا ہرگز روا نہیں، خاص کر موجودہ عالمی اور ملکی حالات میں اگر اس کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس سے ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہونچے گا، اوراس سے بالواسطہ طور پر اسلام مخالف طاقتوں کو تقویت حاصل ہوگی۔

۵- واعظین کو اپنی تقریروں اور اصحاب قلم کو اپنی تحریروں میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ وہ امت میں اتفاق کا ذریعہ بنیں، نہ کہ افتراق وانتشار کا، وہ اختلافی مسائل کو ابھارنے میں اپنی صلاحیتیں صرف کرنے کے بجائے سماجی اصلاح، تعلیم و تربیت اور فتنہ ارتداد سے حفاظت جیسے مسائل پر اپنی کوششوں کو مرکوز کریں، تاکہ مسلمان اپنے ایمان و عقیدہ اور مذہبی تشخصات کے ساتھ اس ملک میں زندہ رہیں، اوران میں رضاکارانہ طور پر شریعت کو اپنے آپ پر نافذ کرنے کا جذبہ بیدار ہو۔

الحمدللہ سیمینار اپنے مقصد میں مکمل طور پر کامیاب رہا، پرمغز مقالات ومحاضرات پیش ہوئے، شرکاء نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ حصہ لیا، اور استفادہ کیا، سوالات وجوابات کا بھی موقع دیا گیا، سیمینار کو مکمل طور پر ذمہ داران ندوۃ العلماء بالخصوص ناظر عام ندوۃ العلماء مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی کی نگرانی حاصل رہی، اور کنوینر پروگرام عمید کلیۃ الشریعہ مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی کی رہنمائی میں دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ کی ایک فعال ٹیم نے بحسن وخوبی اور مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیے اور ہر ممکن مہمانوں کی راحت کا خیال رکھا، مہمانوں نے اچھے تاثرات کا اظہار کیا اور میزبانوں کی محنتوں کو سراہا، اللہ تعالیٰ اس عظیم دینی وعلمی ادارہ کو ہر طرح کی نظر بد سے محفوظ رکھے اور تا قیامت اس چشمہ علم ودین کو فیاض وآباد رکھے، آمین۔

☆☆☆☆☆

(تعارف وتبصرہ)

رسید کتب

محمود حسن حسنی ندوی

نام کتاب: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم- تاریخ انسانی کی سب سے مؤثر شخصیت

نام مصنف: ڈاکٹر عادل بن علی الشدی

مترجم: سید محمد امین حسنی ندوی

ناشر: دارالرشید، خاتون منزل، حیدر مرزا روڈ، لکھنؤ

صفحات: ۱۲۸ قیمت: ۱۰۰/روپے

اس کتاب میں جو مواد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق پیش کیا گیا ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سارے ہی انسانوں میں سب سے زیادہ عظمت اور سب سے زیادہ تاثیر کو ظاہر وثابت کرتا ہے، سخت سے سخت عداوت رکھنے والا فرد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو وہ آخری درجہ کا فدائی بن گیا، زندگی کا کون سا پہلو ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی نہ فرمائی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اختیار کرنے میں صرف دینی وروحانی فائدہ اور شفاء ہی نہیں ہے بلکہ جسمانی طاقت وصحت کا سامان بھی ہے، اس کو غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے اور پھر اسلام کے آغوش میں پناہ لیا ہے۔

ترجمہ مولوی سید محمد امین حسنی ندوی نے بڑا سلیس اور عمدہ زبان میں کیا ہے، مترجم نے کہیں یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ یہ کسی کتاب کا ترجمہ ہے گویا کتاب اردو ہی میں لکھی گئی ہے۔

نام کتاب: المحدث الكبير العلامة محمد زكريا بن محمد يحيىٰ الكاندهلوي الهندي وجهوده في السنة النبوية.

تالیف: محمد اشرف علی ندوی ازہری

ناشر: موسسۃ الحرم (بانی: مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

۴۸۷ صفحات پر مشتمل یہ مقالہ جس پر پی ایچ ڈی کی ڈگری صاحب مقالہ کو جامع ازہر (قاہرہ، مصر) سے تفویض ہوئی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات ہے، جو ایک کتاب کی صورت میں موسسۃ الحرم لکھنؤ سے شائع ہوا ہے، یہ کتاب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور اطراف کے مکتبوں سے حاصل کی جاسکتی ہے، قیمت اگرچہ صفحات سے زائد رکھی گئی ہے، جو چھ سو (۶۰۰) روپے ہے، لیکن تاجروں اور زیادہ تعداد میں لینے والوں کے لیے رعایتی قیمت پر دستیاب ہے، اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی حیات وخدمات، کمالات، محاسن، دعوتی، تعلیمی، تربیتی خصوصیات اوران کے تلامذہ، رفقاء، وافراد خاندان اور مستفیدین ومسترشدین کا بھی احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ ایک خراج عقیدت ہے جو صرف ندوۃ العلماء کی طرف سے نہیں کہ اس کے ایک فرزند نے پیش کیا اور ایک فرزند نے شائع کیا بلکہ جامع ازہر مصر کے پلیٹ فارم سے بلاد عربیہ کی طرف ہے۔

☆☆☆☆☆

فقہ وفتاویٰ

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال : بعض کینسر کے مریض نا قابل برداشت تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں، اور آخری وقت میں تکلیف کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر دنیا سے چلے جاتے ہیں، ایسی حالت میں تکلیف کم کرنے کے لیے ڈاکٹر حضرات مارفین یا Opais کی گولیاں کھلاتے ہیں، یہ دوائیں دراصل منشیات میں سے ہیں، صحت مند انسان کے لیے نشہ آور ہونے کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ کینسر کے مریض کی نا قابل برداشت تکلیف کو کم کرنے اور راحت پہنچانے کے لیے یہ دوائیں کھلائی جا سکتی ہیں؟

جواب : کینسر کی نا قابل برداشت تکلیف کو کم کرنا علاج میں داخل ہے، اگر کوئی حلال متبادل نہ ہو یا موجود ہو لیکن خریدنے کی استطاعت نہ ہو تو بدرجۂ مجبوری حرام اشیاء سے بھی علاج کیا جا سکتا ہے، قرآن مجید میں مضطر شخص کو جان بچانے کے لیے ممنوع چیز کے کھانے کی اجازت دی گئی ہے: "فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ"۔ [البقرۃ:۱۷۳]

سوال : آج کل الکحل سے ملی ہوئی خواب آور دوائیں ملتی ہیں، جو لوگ بے خوابی کے شکار ہیں وہ استعمال بھی کرتے ہیں، کیا اس کا استعمال درست ہے؟

جواب : بوقت ضرورت نیند کی گولی کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ بھی علاج میں داخل ہے، اگر الکحل سے پاک دوا نہ مل رہی ہو یا موجود ہو لیکن گراں ہونے کی وجہ سے خریدنے کی سکت نہ ہو تو بدرجہ مجبوری خرید کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ [حوالہ سابق]

سوال : جس کھانے میں جائفل ڈالا گیا ہو کیا اس کا کھانا درست ہے؟ بعض لوگ بتاتے ہیں کہ جائفل نشہ آور چیز ہے، جس کا استعمال جائز نہیں ہے، صحیح حکم شرعی کیا ہے، مطلع کریں؟

جواب : جائفل اگر زیادہ مقدار میں ہو تو نشہ ہو جاتا ہے، اور اس کا کھانا درست نہیں ہے، لیکن اگر گوشت پکانے میں اس قدر معمولی مقدار ڈالی جائے جس میں نہ مضرت ہو نہ نشہ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، علامہ حصکفیؒ نے صراحت کی ہے: "یحرم استعمال القدر المسکر منه دون القلیل" [الدر المختار مع رد المحتار: ۱۰/۴۱] یعنی اتنی مقدار جس سے نشہ آجائے اس کا استعمال حرام ہے، اور کم مقدار حرام نہیں ہے۔

سوال : بعض بڑی بڑی کمپنیاں بسکٹ اور کھانے کی ایسی چیزیں سپلائی کرتی ہیں جن میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ خنزیر اور مردہ جانوروں کی چربی ہوتی ہے، کیا ان چیزوں کا استعمال جائز ہے؟

جواب : جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ ان چیزوں میں حرام، ناپاک اشیاء یا مردار چیز ہے، اس وقت تک اس کا کھانا درست ہے، ہاں! اگر کسی کو اس کی واقعی تحقیق ہو جائے تو وہ استعمال نہ کرے، ویسے مشتبہ اشیاء سے بچنا ہی بہتر ہے۔ [رد المحتار:۱/۲۸۳]

سوال : آج کل ہوٹلوں اور ٹرینوں میں مرغ وغیرہ کا گوشت ملتا ہے حالانکہ ان کے بارے میں کوئی تحقیق نہیں ہوتی کہ یہ جانور حلال طریقہ پر ذبح ہوئے ہیں، کیا اس کا کھانا درست ہے؟

جواب : ایسے گوشت اور مرغ جس کے حلال ہونے میں شک ہو، ان سے پرہیز کرنا چاہیے، حدیث میں ہے کہ: شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر ایسی چیز اختیار کرو، جو شک میں نہ ڈالے۔ [ترمذی:۲/۷۸]

سوال : آج کل مغربی تہذیب نے جہاں بہت سی چیزوں کو رواج دیا ہے ان میں ایک حیا سوز رواج یہ ہے کہ میاں بیوی کے مادہ اور بیضہ کو مخلوط کر کے کسی دوسری عورت کے رحم میں بچہ کی افزائش کے لیے ڈال دیا جاتا ہے، اس کے لیے کرایہ پر عورتیں تیار ہو جاتی ہیں، ہمارے ہندوستان میں تیزی سے اس کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، کیا کسی عورت کے لیے اپنے رحم کا استعمال بطور کرایہ دینا درست ہوگا؟

جواب : کسی اجنبی مرد و عورت کے مخلوط مادہ کو کسی اجنبی عورت کے لیے اپنے رحم میں رکھنا خواہ کرایہ پر ہو یا عاریۃً ہرگز جائز نہیں ہے، اس میں بے حیائی کیساتھ حرمت زنا کی علت اختلاط نسب بھی پائی جاتی ہے، اور حدیث میں اس کی واضح طور پر ممانعت آئی ہے، اس لیے اس سے بچنا لازم ہے۔ [سنن ابی داؤد:۱/۲۹۳، باب وطی السبایا]

سوال : موجودہ مغربی تہذیب نے عملاً اور بہت سی جگہ قانوناً اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ نسبی شناخت کا تحفظ ضروری نہیں ہے، اس نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے اولاد سے محروم مرد و عورت کے لیے مغربی ملکوں اور خود ہمارے ملک میں مادہ منویہ بینک قائم کیے جا رہے ہیں، اس طرح کے بینکس ان مردوں کے لیے جن کے جرثومے تولیدی صلاحیت نہیں رکھتے، کارگر جرثومے فراہم کرتے ہیں، اور جن عورتوں میں تولید کے لیے بیضے نہیں ہوتے، ان کے لیے بیضے مہیا کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کسی مرد یا خاتون کے لیے اپنے مادہ منویہ اور بیضے فروخت کرنا یا بینک کو بطور ہدیہ یا عطیہ دینا جائز ہے؟

جواب : اہل مغرب کی طرف سے جو حیا سوز چیزیں آرہی ہیں، ان میں مادہ منویہ بینک بھی ہے، اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے، اس کی تہذیب تمام اخلاقی خرابیوں سے پاک ہے، اسلامی شریعت میں تحفظ نسب کی بڑی اہمیت اور تاکید ہے، اختلاط نسب سے سختی سے روکا گیا ہے، اس لیے مادہ منویہ بینک سے کسی طرح کا رابطہ خواہ خرید و فروخت کا ہو یا ہدیہ و عطیہ کا، ہرگز جائز نہیں، حدیث نبویؐ میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ ہدایت موجود ہے کہ کسی ایسے انسان کے لیے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی سیراب کرے: "لا یحل لامرئ یؤمن باللہ والیوم الآخر أن یسقی بماءہ زرع غیرہ"۔ [ابوداؤد:۱/۲۹۳] ☆☆

Haji Abdurrouf Khan
Haji Mohd. Fahim Khan
R.K. JEWELERS
Sari Bans, Chowk, Lucknow
Ph: 0522-2267910 - Mob.: 9415108039

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845
Shop: 9415002532
2613736
3958875
سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
پروپرائٹر: محمد اسلم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH Jewellers
All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery & Stone Jewellery
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone Shop: 0522-4071424
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Near Mumtaj Inter College
Aminabad, Lucknow-18

Mohd. Rais Ayyubi
Hafiz
Tailors
Specialist In : Suit & Sherwani
Aminabad, Lucknow, Mobile :9415467665

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ڈیزائن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
menmark® Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708